سوانح حیات

قطب دوران حضرت
خواجہ غلام کمال الدین شاہ صاحب

زیب سجادہ آستانہ عالیہ
خواجہ آباد شریف

محمد فرید الحسنین کاظمی

مکتبہ کاظمیہ قمر العلوم فریدیہ ماری پور روڈ ٹرک اسٹینڈ کراچی

سوانح حیات

قطب دوراں حضرت خواجہ

غلام کمال الدین شاہ صاحب

●

زیب سجادہ آستانہ عالیہ

خواجہ آباد شریف

●

تحریر!

محمد فرید الحسنین کاظمی

ناشر:-

مکتبہ کاظمیہ قمر العلوم فریدیہ ماڑی پور روڈ ٹرک اسٹینڈ کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

پیدائش اور تعلیم

حضرت سیدی و مرشدی سیادت ماب خواجہ غلام کمال الدین شاہ صاحب ﷫ 1911ء میں حضرت خواجہ غلام فرید شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پیدا ہوئے آپ ابھی دس سال کے تھے کہ والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن آپ کی خوش قسمتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے چچا کی تربیت مہیا کی جو علم و عرفان کے سمندر تھے اور وقت کے غوث ان کی دینی محبت اور علم سے والہانہ لگاؤ کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ کو علم دین کے حصول پر لگادیا گیا آپ نے دینی تعلیم متعدد دینی مدارس میں حاصل کی آپ کے اساتذہ میں مولانا عبدالستار شاہ صاحب' مولانا غلام نبی صاحب' مولانا محمد یعقوب صاحب سلطان خیل کے اسماء گرامی خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ آپ نے دینی علوم کی تکمیل مذکورۃ الصدر اساتذہ سے کی حصول علم سے فراغت کے بعد اپنے مربی و محسن عم محترم غوث زماں حضرت خواجہ غلام نصیرالدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر روحانی تربیت حاصل کی اور دربار کے انتظامی معاملات میں خصوصی دلچسپی لے کر دربار کی رونق میں اضافہ کا باعث بنے آپ شہ زور صحت مند اور خوبصورت

ترین انسان تھے انتہائی وجیہ شکیل متوازن جسم اور انتہائی عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ جس نے آپ کی ایک مرتبہ زیارت کی تو ہمیشہ دوبارہ زیارت کا متمنی رہا آپ شہسواری کا بھی شوق رکھتے تھے اور نیزہ بازی میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی آپ نے طویل عرصہ تک غوث زماں سے روحانی علوم کا اکتساب کیا

خرقہ' خلافت

1955ء 2 فروری یکم رجب المرجب کو غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ نے دار فانی سے دار باقی کا سفر اختیار فرمایا آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ غلام کمال الدین شاہ صاحب کے پیرو مرشد ضیاء الامت مجاہد اسلام حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم فرزند شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا اس طرح آپ نے تقریباً 39 سال تک خلق خدا کی خدمت کی اور رہنمائی کا فریضہ انتہائی خوش اسلوبی سے انجام دیا آپ نے اپنے صاحبزادوں کو بھی دینی تعلیم دلانے کو کوشش کی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمنا پوری کی۔

شمس العلوم نصیریہ کے قیام کی وجوہات

آپ نے ابتدائی طور پر اپنے بڑے فرزند کو دینی تعلیم دلانے کے لئے شمس العلوم نصیریہ کی بنیاد رکھی جو آج تک آپ کی علم دوستی اور دین سے محبت کی واضح دلیل ہے آج تک شمس العلوم زندگی کی تقریباً 37 منزلیں طے کر چکا

ہے آپ کے وصال کے بعد شمس العلوم بھی کچھ عرصہ تباہی اور بربادی کا شکار ہوا لیکن اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ حضرت علامہ سید محمد جمال الدین کاظمی نے اسے پھر سے حیات نو عطا کرنے کی زبردست کوشش کی اور والد گرامی کے اس محبوب دارالعلوم کو مستقل تباہی سے بچالیا اب شمس العلوم پہلے سے بہتر انداز میں دینی خدمات انجام دے رہا ہے انتظامات کو بہتر بنانے کی بھرپور کوشش جاری ہے عدم تعاون اور حالات کو دگرگوں کرنے کے لئے کچھ قوتیں سرگرم عمل ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ولی کا لگایا ہوا یہ پودا روز بروز تناور درخت بنتا جارہا ہے باد سموم کے سامنے چراغ فقیر ٹمٹمارہا ہے اور روشنی بڑھ رہی ہے اندھیرے چھٹ رہے ہیں۔ تلبیس کی دبیز ظلمتیں کافور ہورہی ہیں احقاق حق اور ابطال باطل کا فطری نظام متحرک ہوچکا ہے تعجب ہے کہ دور حاضر کے اسلام اور پاپائیت کے مدعی کسی دوسرے کی زبان سے قرآن مجید سننا بھی گوارہ نہیں کرتے اسلام کے ارتقائی امور سے ناآشنا لوگ مسجد و مدرسہ کی حقیقت (Defenation) سے بے خبر ہیں کاش! آج کے مسلمان سمجھتے کہ طلب علم اور طالب علم کا کیا مقام اور کیا دینی ضرورت ہے؟

جن کے پاؤں تلے پر بچھانا فرشتے اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خورد و نوش کے معاملات میں اپنی ذات پاک سے مقدم رکھا آج کے مسلمان ان لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کاش آج کا نام نہاد مسلمان اسلام کے ارتقائی نظام کی ضرویات کو سمجھتا تو اسے معلوم ہوتا کہ دارالعلوم ہی وہ جگہ ہوتی ہے جہاں مسجد کی آبادی کا انتظام ہوتا ہے۔ جس میں لاالٰہ الااللہ سکھانے والے پیدا ہوتے ہیں۔ جن کے وجود کے بغیر نہ تو کلمہ

کی تکمیل ہوتی ہے اور نہ ہی رسالت کے چراغ جلتے ہیں۔ اسی حقیقت کو ھادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا "ان الانبیاء لم یورثو دینارا ولا درھما بل ورثو العلم ان العلماء ورثۃ الانبیاء" انبیاء کی میراث دینار اور درھم نہیں ہوتے بلکہ ان کی میراث علم ہوتا ہے بیشک علماء ہی وارث انبیاء ہیں۔

یہی وہ میراث ہے جس کے سامنے زر و زبر جد پیوند خاک ہیں علم دین آسمان سے نازل ہوتا ہے جب کہ سونا اور ہیرے لعل اور جواہر مٹی سے جنم لیتے ہیں علم کو فضل عظیم فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ کی پہچان کا ذریعہ بنایا گیا کاش آج جھوٹی شہرت اور علم سے دنیاوی مراعات یا نمود و نمائش کا فائدہ اٹھانے والے اور پاپائیت کا اظہار کرنے والے سمجھتے کہ علم تو بذات خود اتنی بلند و بالا نعمت ہے جس کے سامنے دنیا اور اس کی خیرہ کن چیزیں ہیچ ہیں۔ علم ذات و صفات باری تعالیٰ اور علوم قرآن و حدیث انسان کو افلاک تک پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں علم دین سے لوح محفوظ انسان کے تصرف میں آتی ہے۔

اور علم دین سے انسان لوح محفوظ پر قلمکاری کا اہل بنتا ہے علم کنوز سیم و زر سے بیش قیمت اور حوادث سے محفوظ ہے مال خرچ کرنے سے کمی کا شکار ہوتا ہے اسی لیئے مولائی مشکل کشا کرم اللہ وجہ نے فرمایا۔

رضینا　قسمت　الجبار　فینا
لنا　علم　وللجھال　مال

ان　المال　یفنی　عن　قریب
وان　العلم　باق　لا　یزال

ہم اللہ تعالیٰ کی تقسیم سے راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم عطا فرمایا اور جاہلوں کو مال دیا مال جلد فنا ہونے والی چیز ہے جبکہ علم باقی اور نہ ختم ہونے والی چیز ہے۔

عرفان و آگہی کے ذوق نے آپکو علم محبوب بنا دیا تھا علماء سے محبت علماء کی خدمت اور سرپرستی عرس کے ایام میں نامور علماء کرام کو بلا کر عوام کے لئے علمی محفلوں کا اہتمام وانعقاد علم سے محبت کا واضح ثبوت تھا آپکے عہد خلافت میں اہلسنت و جماعت کے عظیم علماء منبر و محراب کی زینت بنتے رہے وہ اعراس جو آپکے زیر اہتمام منعقد ہوئے انکی کیف و وجد میں ڈوبی ہوئی ساعتیں پھر شاید کسی کو سننا اور دیکھنا میسر نہ آئیں۔

ابوالکلام والمعانی شہباز خطابت صاحبزادہ
سید فیض الحسن شاہ صاحب
مناظر پاکستان علامہ محمد عمر اچھروی
خطیب اھل سنت مولانا محمد شریف نوری
حضرت علامہ محمد بشیر کوٹلی لوھاراں
علامہ غلام محی الدین شاہ صاحب رینالہ خورد
حضرت علامہ محمد شریف رضوی شیخ الحدیث
فاضل اجل علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی
علامہ الٰہی بخش صاحب علامہ محمد بخش مسلم بی اے

اور بے شمار سحر بیان اپنے زور خطابت سے فضاؤں کو مسخر کرتے رہے اور

ان اجلاسوں کی صدارت میرے پیرو مرشد زمینی نشست پر روضہ مبارک کی چھاؤں میں رونق بزم بن کر فرمایا کرتے حقیقت تو یہ ہے کہ عظیم علماء سحر بیانی سے اپنے آپکو محفل کی جان ثابت کرنے میں اتنے کامیاب نہ ہوتے جس قدر خاموش درویش خاک نشین خاموشی اور صدارتی نشست سے دور بیٹھنے کے باوجود بھی میر محفل نظر آتے اور سامعین کی نظریں بار بار اسی منظر سے قرار و راحت پاتیں

کاش وقت کی باگ دوڑ انسان کے ہاتھ میں ہوتی
کاش وہی لمحات ایک دفعہ پھر نظر نواز ہوتے

زندگی میں ایک ساعت تو ایسی آجاتی جب شباب وھی شباب ہوتا اور شیب عقل و خرد کی گتھیاں سلجھا سکتا لیکن وقت کی بے رحمی کا میں ایک شکستہ یا عاجز کیا شکوہ کر سکتا ہوں وقت نے تو دنیا میں ایسے لوگوں کے درمیان بھی فاصلوں کی دیواریں چن دیں جنکے لئے کائنات کا ذرہ ذرہ وجود پذیر ہوا ضعیف انسان مختلف عناصر سے متشکل ہو کر محبوب کائنات بن گیا جنکی چشم ناز کی ایک ادا نے پوری پوری امتوں کی تقدیر بدل ڈالی وقت کی بے رحمی کا گلہ اپنے پیرو مرشد دادا جان کے حوالہ سے کروں یا جد اعلیٰ کی نسبت سے کروں کربلا کی سرزمین کے حوالہ سے کروں یا احد و خندق کے دل خراش سانحات سے کروں۔

قادسیہ و یرموک یاد دلاوں حرہ کی خونچکاں داستان سے آغاز کروں یا اللہ واحد و قہار کے گھر پر برستے پتھروں اور منجنیقی سنگ باری کے دلدوز

وجان گداز لمحات کا ذکر کروں وقت واقعی بہت بے رحم شے ہے۔

سقوط اندلس و بخارا وسطی ایشیائی ریاستوں کی اکھڑ پچھاڑ اور عزتوں کے نیلام کا ذکر کیا جائے بغداد کی خون آشام شاموں اور لہولہان دنوں کو یاد کیا جائے وقت کی بے رحمی کی کتنی اجتماعی مثالیں ذکر کی جائیں کیونکہ انفرادی مثالوں کا نہ تو کوئی ریکارڈ اور نہ ھی انہیں یاد رکھنا انسان کی طاقت میں ہے بہرحال وقت کی بے رحمی کو افراد کے حوالہ سے یاد کرنے کی قوت جب مجھے حاصل نہیں تو اجتماعی بے رحمی کی سب سے بڑی اور طویل داستان افغانستان کی ہے وقت نے افغانستان میں بیس سالوں سے جس بے دردی کا مظاہرہ جاری رکھا ہوا ہے اسکی مثال پوری تاریخ عالم میں نہیں ملتی یوں کہیں بھی تاریخ اسلام میں اپ یہ نہیں دکھاسکتے کہ دینی مدارس کے طلباء اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے شمشیر بدست اور کلاشن بکف اٹھ کھڑے ہوئے ہوں قرآن پاک کی عظمت اور حدیث پاک کی صداقت کے لئے نوعمر اور نوخیز نوجوانوں نے جنکے رخساروں پر جوانی کا سبزہ بھی پوری طرح نمودار نہیں ہوا قربانیوں شہادتوں اور لاشوں کٹے ہوئے سروں اور پگھلی ہوئی آنکھوں کے ڈھیر لگادیئے ہوں ہاتھوں اور ٹانگوں سے معذور اپنے ہی اعضاء کے ڈھیروں پر بیٹھ کر عظمت اسلام کے قیام کے لئے مزید قربانیوں کے عہد و پیان کر رہے ہوں سالانگ میں عشاق کی بے گور و کفن لاشوں کو بھی وقت نے ہنس کر ٹال دیا۔ ہرات مزار میمنہ اور شبرغان کے دلدوز سانحات بھی وقت کی کھوکھ سے جنم لے گئے آخر وقت کیا چیز ہے کبھی یہ کسی کے لئے رکا کبھی اس نے کسی کی مجبوری کو درخور اعتناء سمجھا کبھی اسکو بھی کسی پر رحم آیا نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ انتہائی بے نیازی سے اپنا

کام کرتا چلا جاتا ہے محبت کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں عشق دلوں کا رنگ دھار لیتا ہے لیکن وقت کا اتنا تماشائی رہا ہے۔

کاش وقت کا دل ہوتا اسے محبت ہوتی درد آشنا ہوتا عشق کے سوز سے سوزاں ہوتا تو آج میں بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہوتا کہ اے سنگدل ایک لمحہ تو پلٹا کھا دے ایسا لمحہ جب میرے آقا میرے پیر و مرشد میرے دادا جان میر محفل ہوں اور علم و حکمت حال و قال کی باتیں ہو رہی ہوں اور مجھے بھی با اکمل یہ کہنے کا موقعہ مل جائے کہ "میر محفل بود شب جائیکہ من بودم"

عبادت و ریاضت

عبادت و ریاضت آپ بچپن ہی سے انتہائی پرہیز گار اور عبادت گزار تھے نظافت و پرہیز گاری کا آپ زبردست اہتمام فرمایا کرتے تھے سفید لباس اور سفید عمامے میں آپ کتنے خوبصورت دلکش و دلربا نظر آتے تھے اس کا فیصلہ صرف وہی کر سکتے ہیں جو آپ کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ سفر و حضر صحت و بیماری موسمی رد و بدل اور سختی نرمی آپ کی عبادات میں کبھی خلل انداز نہ ہو سکی عمر بھر ساتھ رہنے والے لوگ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کی عبادات میں کمی نہ دیکھی کبھی آپ سے تہجد' اوابین' اشراق اور تسبیح کے نوافل فوت نہ ہوئے۔

اوراد چشتیہ' درود پاک' ذکر اسماء باری تعالیٰ اور تلاوت قرآن پاک کا بھی کبھی آپ نے ناغہ نہ فرمایا۔

آپ عبادت و ریاضت پر اس قدر کاربند تھے کہ ضروری سے ضروری کام بھی آپ کے معمولات میں فرق نہ لا سکتا تھا۔ رات کو آپ بمشکل دو

اڑھائی گھنٹے آرام قیلولہ کا زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ آپ کو کبھی میسر آتا۔ مریدین و معتقدین کی آمد اس قدر زیادہ ہوتی کہ آپ کو دن میں اکثر اوقات وقت نہ ملتا۔ اس قدر تھکن اور بے آرامی کے باوجود آپ کے رخ انور پر ناگواری اور اکتاہٹ کے آثار نظر نہ آتے۔ آپ ہر آنے والے سے اس قدر محبت سے پیش آتے کہ وہ آپ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا اور آپ کا مداح و گرویدہ بن جاتا۔

اخلاق حسنہ

آپ حسن اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ نیکی پر سختی سے قائم رہتے مریدین خادمین اور گھر کے افراد پر دینی معاملات میں سخت رویہ اختیار فرماتے۔

جھوٹ، چغلی، گلہ اور یاوہ گوئی سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ بدعہدی اور بددیانتی کو سخت ناپسند فرماتے۔ ایفاء عہد کی زبردست کوشش فرماتے شرعی حدود کی پامالی آپ کیلئے ناقابل برداشت ہوتی۔ حدود اللہ کو پامال کرنے والے لوگوں سے آپ قطع تعلق فرماتے۔ ناجائز ذرائع کی آمدنی سے نذرانے اور ہدایا قبول نہ فرماتے۔

معاملات میں عدل و انصاف کو کبھی پس پشت نہ ڈالتے۔

سادگی آپ کو پسند تھی تصنع اور بناوٹ سے بہت دور تھے۔

مکروہات اور بعض لوگوں کی طرف سے ایذا رسانی پر صبر فرماتے۔

کسی کی دل آزاری اور دل شکنی کو پسند نہ فرماتے۔ آپ کی محفل میں علمی

گفتگو ہوتی۔ اولیاء اللہ کے ملفوظات آپ ایسے پر اثر انداز میں بیان فرماتے کہ سامعین اپنے آپ کو متذکرہ واقعات میں شریک محسوس کرتے یوں لگتا جیسے یہ واقعہ اسی وقت اور اسی جگہ رونما ہو رہا ہے آپ قادر الکلام تھے اور حقائق پر مبنی گفتگو فرماتے۔

آپ کی گفتگو میں یہ اثر تھا کہ سخت تنازعات آپ یوں باآسانی فیصل فرماتے جن کے حل کی کسی کو امید نہ ہوتی۔

ہم عمر لوگوں کو بھائی کے لفظ سے مخاطب فرماتے کم عمر لوگوں سے بھی شفقت کا انداز اختیار فرماتے بزرگوں کی تعظیم بجالاتے۔

سخاوت

آپ کی سخاوت ضرب المثل بن چکی تھی ہر شخص آپ کی سخاوت اور دریا دلی کا مداح تھا۔

عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا کہ آپ کھانا تناول فرمانے کیلئے تشریف فرما ہوتے ابھی ایک آدھ لقمہ تناول فرمایا ہوتا کہ کسی مہمان کی آمد کی خبر آجاتی تو اپنے سامنے رکھا ہوا کھانا اٹھاکر اسے بھجوا دیتے اور خود ٹکڑوں پر گزارہ کرلیتے اگر ٹکڑے میسر نہ آتے تو بغیر کھائے گزارہ فرمالیتے۔

حکیم عبدالرحیم خان صاحب جو غلام خانی عقیدہ رکھنے کے باعث سنی مشائخ سے سخت متنفر تھے۔ لیکن قدوۃ الاولیاء حضرت خواجہ غلام کمال الدین شاہ صاحبؒ کے عقید تمند اور مداح تھے۔

اپنی اکثر محفلوں میں برملا فرماتے کہ آج کل کسی نے سچا پیر دیکھنا ہو تو

خواجہ آباد شریف جائے۔ اور حضرت غلام کمال الدین شاہ صاحب کا دیدار کرے لوگوں نے حکیم صاحب سے کئی بار پوچھا۔ آپ مشائخ سے نفرت کرتے ہیں لیکن حضرت خواجہ آباد شریف کی تعریف کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ وہ کہا کرتے کہ میں نے بہت پیر دیکھے ہیں سب اپنی ذات اور مفادات کیلئے پیر بنے ہوئے ہیں لیکن ایک شخص میں نے ایسا دیکھا اور ان کو ایسا پایا کہ وہ اپنی ذات سے ہر انسان کو مقدم سمجھتے ہیں آنے والے کو اپنے حصے کا کھانا اٹھا کر دیتے ہیں اور خود بھوکے رہ جاتے ہیں آپ کی سخاوت کی شہرت ہر طرف یکساں تھی اور آپ کی سخاوت کا اتنا طویل باب کہ اسے اگر جمع کرنے کی کوشش کی جائے تو سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتاب بن جائے گی۔ جس کا فی الحال میں متحمل نہیں ہو سکتا لفظ آخر کے طور پر اتنا ہی عرض کرنا ممکن ہے کہ آپ نے اپنی بے پناہ مقبولیت مریدین کی کثرت نذرانوں کی فراوانی سے ذاتی کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جو آیا یا اپنی اراضی سے جو ملا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر ڈالا۔ کسی نے اگر ہاتھ کی صفائی دکھائی تو یہ اس کا اپنا عمل جہاں تک حضرت صاحب قبلہ کی ذات کا تعلق ہے آپ نے زندگی انتہائی سادگی اور تنگ دستی میں گزاری۔ یہ بھی اس دور کا عجوبہ ہے کہ اس قدر آمدنی کو دیکھنے والے سمجھتے کہ حضرت صاحب قبلہ کروڑوں کا بینک بیلنس رکھتے ہوں گے۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ آپ اکثر و بیشتر مقروض ہی رہتے۔

آپ کے وصال کے بعد یہ راز سب پر آشکارا ہوا کہ اتنے عظیم انسان اور بالخصوص اس مادی دور کی اتنی مقبول شخصیت کے گھر سے معمولی سی رقم بر آمد ہوئی۔ وہ بھی شاید اسلئے بچ گئی کہ آپ کے علاج کے تمام مصارف قبلہ

والد صاحب نے برداشت کئے۔

تحریک آزادی اور آپ کا کردار

برصغیر پاک و ہند کے سنی علما اور مشائخ تحریک آزادی میں بھرپور اور فعال کردار ادا کرتے رہے تھے۔ آپ اپنے عم بزرگوار غوث زمان حضرت خواجہ غلام نصیرالدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات کے مطابق تحریک آزادی میں سرگرم حصہ لینے لگے۔ اور کچھ عرصہ میں اپنے مریدین کو بھی آزادی کی ضرورت سے آگاہ کر کے ان میں آزادی کا جوش اور جذبہ بھر دیا۔ ضلع میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل کے اکثر لوگ جو ہر قسم کی سرکاری سرپرستی سے محروم ہونے کے باعث تعلیم سے بھی محروم تھے وہ کانگریس اور مسلم لیگ کی آویزش و وجہ نزاع کو نہ جانتے تھے۔

یونہی آپ کے مریدین کے علاقے لکی مروت اور اس کے بے شمار قصبہ جات کوہاٹ تحصیل کرک کا وسیع و عریض علاقہ ٹنبوں اور اسکے ملحقات چونترہ کی مضافات ڈیرہ اسماعیل خان کے بعض علاقوں میں جہاں آپ کے مریدین کی اکثریت تھی مسلم لیگ کے موقف سے لوگوں کو آگاہ کیا اور کانگریس کی تباہ کاریوں سے خبردار کیا۔ نتیجہ کے طور پر علاقائی اور لسانی اثرات کے باوجود یہ علاقے مسلم لیگ کے گڑھ بن گئے اور کانگریس کی ناپاک سازشوں کا بارود زمین میں ہی ناکارہ ہوگیا یہ آپ کی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ اتنا بڑا علاقہ آزادی کے مطالبہ میں قوم کا ہمنوا بن گیا۔

حضور غوث زمان کے بعض مریدین بھی سرخ پوشی کی بلا میں مبتلا تھے

ان کو بھی آپ نے اپنی سرگرمیاں موقوف کرنے کا حکم فرمایا جس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ انھوں نے اپنی سرگرمیاں ختم کردیں ویسے بھی آپ کی ناپسندیدگی کے باعث لوگوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ تنہا رہ گئے۔

ویسے بھی وہ چند افراد تھے اب تو گھر والوں نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا تحریک آزادی کے سلسلہ میں آپ نے مسلم لیگ کی اپیل پر خود بھی حسب طاقت فنڈ دیا اور تمام مریدین سے بھی خطیر رقوم مسلم لیگ کو دلائیں۔ یونہی مسلم لیگ کے نمائندوں کو ووٹ دلوائے۔

جہاد کشمیر

تقسیم ہندوپاک کے بعد آزادی کشمیر کا مسئلہ پیدا ہوا۔ جہاد کشمیر کیلئے بھی آپ کے عم بزرگوار غوث زمان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حکم دیا آپ نے مریدین کی بھاری جماعت کو آمادہ جہاد کیا آپ نے اپنی جماعت کی کمان خود سنبھالی۔

حضرت شیخ الاسلام کو آپ کے عزم کا علم ہوا تو آپ نے اپنے مریدین کی ایک جماعت بھی حضرت خواجہ غلام کمال الدین شاہ صاحب کے حوالہ کردی۔ اس طرح آپ سینکڑوں مجاہدین کو لے کر کشمیر روانہ ہوگئے وہاں چند دن مجاہدین کی ٹریننگ میں گزارے مکمل تیاری کے بعد آپ کے جیش کو جس دن میدان جنگ کیلئے روانہ کیا جارہا تھا اسباب رسل و رسائل کی کمی کے باعث منتقلی میں خاصی ست روی تھی پاکستان آرمی کی بہت کم تعداد میں ضعیف و ناتواں گاڑیاں مجاہدین کے زیر استعمال تھیں جو چند مجاہدین کو ایک

پھیرے میں لی جاتی تھیں اسی دوران حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی زیب سجادہ آستانہ عالیہ سیال شریف کا ایک ٹیلی گرام حضرت مجاہد اسلام خواجہ غلام کمال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو ملا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں نے سرگودھا میں لیاقت علی خان سے ملاقات کی اور اس سے یہ سوال کیا ہے کہ کیا آپ لوگ مملکت خداداد میں کامل اسلامی نظام نافذ کریں گے تو لیاقت علی خان نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم جمہوری پارلیمانی نظام نافذ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان حالات میں جبکہ ہماری حکومت اسلامی نظام نافذ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی تو یہ وطنیت کی جنگ ہے اسے جہاد نہیں کہا جاسکتا۔ لہٰذا میرا یہ ٹیلی گرام ملتے ہی آپ جہاں بھی ہوں تمام ساتھیوں کو ساتھ لے کر واپس روانہ ہوجائیں۔ اس دلخراش حقیقت کے انکشاف کے بعد آپ کے پاس واپسی کے سوا کوئی اور راستہ نہ تھا لہٰذا دو تین دنوں میں تمام ساتھیوں کو جمع کیا گیا۔ آگے گئے ہوئے ساتھیوں کو واپس بلایا اور جنگ کیے بغیر واپس آگئے کاش پاکستانی حکمرانوں نے کبھی عقل سے کام لیا ہوتا اور منافقت کے گرداب سے کبھی باہر آئے ہوتے اسلامی نظام کو کبھی صدق دل سے قبول کیا ہوتا تو شاید آج برصغیر کا نقشہ یوں نہ ہوتا اور کشمیریوں کی مظلومیت کو یوں میڈیا پر مشتہر کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی کفار کے آگے ہر وقت دامن سوال دراز نہ رہتا۔ کشمیریوں پر ظلم وجور کی یہ چکی چلنے کی نوبت نہ آتی نہ یوں عزتوں کی پامالی ہوتی اور نہ ہی آہ و بکا نالہ وشیون دہشت و بربریت کی داستانیں سننا پڑتیں۔ اس وقت کتنے مسلمان شوق جہاد میں کشمیر پہنچ چکے تھے مقبوضہ کشمیر کی آزادی تو کیا دہلی تک کے علاقے تسخیر ہونے کے

روشن امکانات پیدا ہو چکے تھے۔ لیکن ـــــ پاکستان کس قدر بد قسمت ملک ہے کہ جس کے حکمران ایسے لوگ بنتے چلے آئے جن کی اکثریت نہ پاکستانی تھی اور نہ اسلامی سکندر مرزا، بھٹو، بنت بھٹو، غلام محمد، وغیرہ کیا یہ لوگ پاکستان کی حکمرانی کے اہل تھے کیا کسی اسلامی ریاست کی حکمرانی کیلئے ایسے اشخاص موزوں ہیں۔

پاکستان کے اقتدار پر ایسے لوگ مسلط کئے جاتے رہے ہیں جو در حقیقت یہودی و نصرانی کے وفادار غلام ہوتے ہیں۔

جو منتخب ہو کر اقتدار پر قابض ہوئے وہ بھی سراسر غیر اسلامی طریقہ انتخاب کے نتیجہ میں قوم پر مسلط ہوئے۔

پاکستانی قوم انگریز کی غلامی میں اس قدر غالی ہوگئی کہ اس سے اپنے دین و مذہب کی شناخت بھی گم ہوگئی۔ دین نام نہاد مسلمانوں کو یوں لگتا ہے جیسے موت، اسلامی شعائر سے نفرت ان کی رگ رگ میں سرایت کر گئی ہے۔ قوم کی بداعمالیوں اور دین سے بیزاری کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم پر ایسے حکمران مسلط کر دیئے گئے جو رشوت کے علاوہ کسی چیز کو نہیں پہچانتے اس ملک میں قانون فروخت ہوتا ہے۔ عدل و انصاف کی نیلامی ہو رہی ہے تھانوں کے ٹھیکے ہوتے ہیں ٹیکسوں نے عوام سے زندگی چھین لی ہے ہر آنے والا پہلے سے زیادہ ٹیکس لگا کر عوام کو زندہ درگور کر دیتا ہے۔ قوم کا بچہ بچہ بک چکا ہے اور گروی ہو چکا ہے لیکن حکمران سینکڑوں موٹروں کے جلوس چلا کر عوام کی غربت کا مذاق اڑاتے اور ان کو اپنی بداعمالیوں کا مزہ چکھاتے ہیں کاش کوئی دیندار حکمران آتا۔

کاش قوم نیک و بد اور سچے جھوٹے کو پہچانتی

کاش قوم میں نیکی اور بدی کی تمیز کا شعور پیدا ہو جاتا۔ اور نفع و نقصان کی تمیز آجاتی۔

قوم آج تو ان جھوٹے چرب زبانوں مکاروں کو ان کی مکاری کے باعث سچا سمجھتی ہے جو لوگوں کے حقوق غصب کرتے ہیں اور دینی رہنمائی کے دعویدار بھی بنتے ہیں۔ ان کا ظاہر ان کے باطن سے مختلف اور ان کا کردار اسلامی تعلیمات کے منافی ہوتا ہے۔

کاش لوگ امانتیں ان کے اہل تک پہنچاتے اور پسند ناپسند کا سوال نہ ہوتا بلکہ خشیت الٰہی خدا ترسی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کیلئے پیش ہونے کا فکر دامن گیر ہوتا۔ شہادت (گواہی) اللہ کی رضا کیلئے ہوتی۔۔۔تو یوں چھینا جھپٹی دار و گیر اور تباہی و بربادی کا سیلاب نہ آتا یوں انسانیت پامال نہ ہوتی اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور احکام الٰہی سے بغاوت کا یہ طوفان برپا نہ ہوتا۔

آج کوئی اسلام کا نام لیتا ہے یا جہاد کے مناقب بیان کرتا ہے تو آج کے نام نہاد مسلمان کو خوف محسوس ہوتا ہے کیونکہ آج کا مہذب مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ گویا اس کو موت کی طرف بلایا جارہا ہے۔ لیکن آپ دیکھتے جائیں اسلام سے ہم نے منہ موڑا جہاد سے ہم گھبرائے تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھوک سے مارنے کا ارادہ فرمایا بھوک اور افلاس اسلام سے روگردانی کی وجہ سے ہم پر مسلط کردی گئی۔ ہم اپنے گھروں میں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے انکار جہاد نے ہمارے گھروں کو میدان کارزار بنادیا۔ محبت کی آماجگاہیں مقتلوں کا روپ دھار گئیں ہمارے دل آپس میں ٹکرا گئے لالچ اور ہوس کے باعث ہم نے

صلہ رحمی کی پرواہ چھوڑ دی مودت قربیٰ کا عظیم الشان حکم آتش نمرود کا منظر پیش کرنے لگا۔

یاد رہے

جب تک ہم اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے نہیں تھامتے اور شریعت مطہرہ پر پوری طرح عمل نہیں کرتے ہمارے مصائب ختم نہیں ہو سکتے۔ ایک سے دوسرا ہم پر جابر و ظالم حکمران مسلط ہوتا رہے گا۔

اور ہم آپس میں لڑ لڑ کر تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ ہمارے دکھوں کا علاج صرف اسلام کے پاس ہے جب تک اسلامی نظام نافذ نہیں ہوتا ہم بدی کو چھوڑ کر نیکی کی زندگی اختیار نہیں کرتے مکر و فریب جھوٹ اور دکھاوا نہیں چھوڑتے اور پاکیزہ مسلمان نہیں بن جاتے ہم کسی طرح خوشحال نہیں ہو سکتے بلکہ روز بروز ہماری مشکلات اور مصائب بڑھتے جائیں گے اور ہم لاینحل اور اعصاب شکن مسایل کا شکار ہوتے جائیں گے۔

۶۵ء کی پاک بھارت جنگ اور آپ کا جذبہ جہاد

آپ اپنے روزمرہ کے معمولات میں پوری طرح منہمک تھے زندگی کے لیل و نہار یاد الہٰی سے معمور گزر رہے تھے۔ مریدین کی آمد و رفت زوروں پر تھی دربار عالیہ پر معرفت و سلوک کی منازل طے کرنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا آپ کے خادمین جن میں بنوچہ خان الحاج نور محمد کھولہ، عبدالغفار خان مغل خیل، مولانا پشاوری صاحب، ملک حبیب اللہ خان، حاجی بادشاہ خان، رسول غلام خان، فضل دین، حافظ محمد یار کلونوالہ، حقداد شاہ، مولوی راز گل، عمر

دراز جیسے نیک لوگ لوگوں کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے یہ لوگ اور ان جیسے کئی اور لوگ اکثر اوقات دربار عالیہ پر حاضر رہ کر اصحاب صفہ کا منظر پیش کرتے تھے۔

ان کے رات اور دن یاد الٰہی سے معمور رہتے حضرت غوث زمان کے فیض کی جھلک ان لوگوں میں صاف نظر آتی تہجد کے وقت یہ تمام لوگ مصروف نوافل ہوتے پھر عبادات کا یہ تسلسل پورے دن اور رات کی تنہائی تک جاری رہتا۔

حضرت سجادہ نشین صاحب کے اوقات عبادت مذکورہ خادمین سے بھی بڑھ کر ہوتے۔ کیونکہ ان میں مریدین کے مسائل اور مشکلات انہیں دین سکھانے اور وعظ و نصیحت کرنے کی اضافی ذمہ داریاں پھر مہمانوں کی خاطر ومدارت اور دربار کے مسائل بھی حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ کے ذمہ ہوتے۔ نماز ظہر کے بعد ختم خواجگان ہوتا روزانہ آپ کا پیدل کم از کم تین میل چلنے کا بھی معمول ہوتا۔ یوں منظم اور مربوط ایام زندگی بسر ہو رہے تھے آپ کے بڑے فرزند صاجزادہ محمد جمال الدین کاظمی ان دنوں میں دارالعلوم نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں مصروف تعلیم تھے کہ اچانک پاک بھارت جنگ شروع ہو گئی۔

بزم نعیمی کے صدر ہونے کے باعث مہاجرین کی خدمت اور طلبا کے مسائل کاظمی صاحب کی ذمہ داری تھی۔ زخمی مہاجرین کیلئے فسٹ ایڈ کا کیمپ اور پارچہ جات و سامان ضرورت کے مراکز علامہ اقبال روڈ پر فوری طور پر قائم کر دیئے گئے اور لٹے پٹے زخمی جو اکثر بیل گاڑیوں کے ذریعے نقل مکانی

کر کے لاہور پہنچ رہے تھے ان کی ابتدائی خدمات کا سلسلہ جاری تھا۔ ملک امیر محمد خان نواب آف کالا باغ جو آپ کے دوست تھے ان دنوں مغربی پاکستان کے گورنر تھے ملک صاحب نے حضرت صاحب سے استدعا کی کہ آپ اپنے مریدین مسلح و غیر مسلح روانہ کریں تاکہ وہ پاک بھارت جنگ میں اپنے ملک کا دفاع کر سکیں آپ نے صاحبزادہ صاحب کے متعلق فرمایا کہ وہ دارالعلوم نعیمیہ میں ہیں آپ ان کو جلد گھر بھجوائیں تاکہ یہ مشن ان کے سپرد کیا جا سکے۔

گورنر ہاؤس سے صاحبزادہ صاحب کو یہ اطلاع دی گی اور سخت تاکید کی گئی کہ آپ فورا" گھر پہنچیں چنانچہ صاحبزادہ صاحب اسی وقت خواجہ آباد شریف کیلئے روانہ ہوئے لیکن راستے میں ریل گاڑی پر بار بار بھارتی طیاروں کے حملوں کے باعث گاڑی تاخیر سے دوسرے روز میانوالی پہنچی حضرت صاحب قبلہ جو شدت سے منتظر تھے اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ غلام نظام الدین شاہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب کو فوری طور پر مریدین کی طرف روانہ فرمادیا چنانچہ دونوں حضرات بغیر کسی آرام کے شب و روز اس مشن کی کامیابی کیلئے مصروف رہے تین دن اور راتوں میں سات سو مسلح اور چھ سو غیر مسلح نوجوانوں کو آمادہ جہاد کر کے تمام کی لسٹیں بناکر واپس پہنچ گئے۔ اسی روز یہ لسٹیں ڈپٹی کمشنر میانوالی کو فراہم کر دی گئیں ڈپٹی کمشنر نے دوسرے روز تمام سامان ضرورت اسلحہ اور گاڑیاں فراہم کرنے کا وعدہ کیا اور صاحبزادہ صاحب کو اپنے جیش کا کماندار اعلیٰ قرار دیا جیش میں شامل سابق فوجیوں کو اہم ذمہ داریاں سونپ دی گئیں لیکن کاتب تقدیر نے کچھ اور لکھ دیا تھا رات

کو گورنر صاحب کی طرف سے ڈپٹی کمشنر کو حکم موصول ہوا کہ حضرت صاحب قبلہ کو جاکر عرض کردو کہ رضاکارانہ طور پر جانے والے لوگوں نے اپنے پاکستانی علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کردیا ہے جس سے ہمارے لئے حالات مزید سنگین ہوگئے ہیں لہٰذا حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ عوام کو جنگ سے روک رکھ کر جنگ زدہ علاقوں سے نکال دیا جائے اور پبلک (Civilion) کا کوئی آدمی نہ بلایا جائے۔ اس لئے ہم بے پناہ شکر گزاری کے باوجود معذرت خواہ ہیں۔ یہ معاملہ ختم ہونے کے بعد دفاعی فنڈ کا سوال اٹھ کھڑا ہوا۔ اس میں بھی آپ نے انتہائی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے طاقت سے زیادہ رقوم جمع کرائیں۔ ۱۹۶۶ء کی جنگ کے شعلے سرد پڑ چکے تھے۔ معمول کی زندگی واپس آرہی تھی۔ دینی مدارس میں تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس سال صاحبزادہ محمد جمال الدین کاظمی نے دورہ حدیث پاک پڑھنا تھا۔ طے یہ ہوا کہ صحاح ستہ سبقاً پڑھی جائیں۔ اس لئے شمس العلوم نصیریہ میں استاد العلماء علامہ الحافظ غلام محمد تونسوی مدظلہ العالی کا تقرر ہوا۔ سال بھر دورہ حدیث پاک کے اسباق چلتے رہے سال کے آخر تک صحاح ستہ مکمل ہوچکی تھیں۔

دستار بندی و جانشین کا تقرر

شعبان کے ابتدائی ایام میں حضرت قبلہ سیدی و مرشدی خواجہ غلام کمال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الاسلام خواجہ خواجگان خواجہ محمد قمرالدین نور اللہ مرقدہ کو اس تقریب خاص کی دعوت دی۔ آپ

نے ازراہ کرم یہ دعوت قبول فرمائی اور خواجہ آباد شریف تشریف لائے۔

روضہ مبارک میں انتہائی پر وقار تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا دربار عالیہ کو پوری شان و شوکت سے مزین کیا گیا تھا۔ چنانچہ پیر کے روز صبح دس بجے تلاوت کلام پاک سے تقریب کا آغاز ہوا۔

نعت سید المرسلین علیہ التحیتہ والتسلیم کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے علم اور علما کی فضیلت بیان فرمائی اور فارغ از تحصیل علوم دینیہ ہونے والے صاحبزادہ محمد جمال الدین کاظمی کو چند خصوصی سندوں سے حدیث پاک کی روایت کی اجازت مرحمت فرمائی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور دستار بندی کیلئے قریب بلایا اسی دوران حضرت سجادہ نشین آستانہ عالیہ خواجہ آباد شریف نے عرض کی کہ دستار فضیلت کے ساتھ ساتھ ان کو دستار خلافت بھی عطا فرمائیں اور ان کو میرا جانشین بنادیں چنانچہ آپ نے دستار فضیلت و طریقت بندھوانا شروع کی اور حضرت قبلہ سجادہ نشین خواجہ آباد شریف کو فرمایا کہ آپ بھی اس میں شرکت فرمائیں چنانچہ دونوں بزرگوں نے دستار بندی فرمائی اس کے بعد بیعت اور تمام اوراد چشتیہ کی اجازت مرحمت فرمائی چند خصوصی ارشادات کے بعد یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

دوسرے روز علاقہ کے لوگوں کی دعوت کی گئی اس طرح آپ نے اپنی پہلی خواہش کی تکمیل پر انتہائی مسرت و شادمانی کا اظہار فرمایا۔

دورے

آپ سال میں ایک ماہ کا دورہ فرمایا کرتے جو آپؒ کا دیرینہ معمول تھا۔

بعض اوقات سال میں مختلف علاقوں کے دورے بھی ہو جایا کرتے تھے۔ ان دوروں کا مقصد سیر خوری یا شکم پوری نہ ہوتا تھا بلکہ ہر دورہ میں آپ کے ساتھ چند علما ہوتے جو پیر بھائیوں کو وعظ و نصیحت کرتے دینی مسائل بتاتے اور سوالوں کے جواب دیتے آپ کی ہر محفل میں سینکڑوں لوگ موجود ہوتے اور ہر رات تعلیمی انداز میں تقاریر ہوتیں مسائل پر علما سیر حاصل بحث کرتے لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیتے برائیوں سے روکتے اور اعمال بد کی سزاؤں سے آگاہ کرتے مریدین کے جس گاؤں میں آپ کے جانے کا پروگرام ہوتا تو وہاں کے لوگوں کا شوق زیارت بھی دیدنی ہوتا بعض اوقات پورا پورا دن لوگ از خود انتظار میں گزار دیتے۔ جس طرح پہلے عرض کر چکا ہوں کہ آپ پشت اسپ پر یوں جلوہ گر ہوتے جیسے کوئی حسن کا دیوتا یا چودھویں کا چاند طلوع کر آیا ہو سیاہ اور سبز گھوڑے اپنی چال سے وہ سماں قائم کئے ہوتے جیسے اسلام کا کوئی عظیم فاتح ان کی پشت پر جلوہ گر ہو یا عساکر اسلام کا کوئی آئیڈیل (Ideal) سپہ سالار گھڑ سوار دستے کی کمان کر رہا ہو۔

ان دوروں کی کیفیت بھی بیان کرنا زبان کی قوت سے بالاتر اور تحریر میں سمونا قلم کی قوت سے کہیں بعید ہے۔

ع۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ

جن مناظر کو نظر کی قوت سمیٹ اور حافظے کی قوت محفوظ کر سکتی ہے انہیں قلم کی قوت سے یا خالی سماعت سے کیسے کاغذ کے دامن پر لکھا جا سکتا ہے ہار میں پروئے ہوئے جواہر کی شان سے نظر ہی باخبر ہوتی ہے قلم سے اس شان کو کیسے بیان کیا جا سکتا ہے ان دوروں میں علاقہ کے بااختیار اور صاحب اقتدار

لوگ جوق در جوق آکر زیارت سے مالا مال ہوتے دعوتوں کا سلسلہ عروج پہ ہوتا ہر شخص اپنے پیرو مرشد کی آمد کی خوشی میں اپنی پوری قوت صرف کر دیتا اور انواع و اقسام کے کھانے تیار کرتا لیکن آپ کی کم خوری قوت لایموت کا اعلی نمونہ تھی آپ تو صرف علما فقراء مساکین اور احباب کو کھاتا دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور یہی خوشی آپ کیلئے بہت بڑی خوشی ہوتی دوروں کا مقصد بھیک مانگنا یا نذرانے جمع کرنا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ ان لوگوں تک فیض پہنچانا ہوتا جو کم مائیگی کے باعث دربار شریف کی حاضری کی قوت نہ رکھتے یہ دریا کا پیاسے کے پاس چل کر جانے کا منظر ہوتا۔

شمس العلوم کی تعمیر

۱۹۷۲ء میں آپ نے آٹھ کنال اراضی شمس العلوم نصیریہ کیلئے وقف فرمائی اور شمس العلوم نصیریہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ تعمیر میں جناب پیر امیر محمد شاہ صاحب کلکٹر امپرومنٹ ٹرسٹ لاہور۔

راجہ حامد مختار صاحب چیئرمین غیر مسلم اوقاف لاہور

اور جناب ممتاز شاہ صاحب کاظمی ویلفیئر آفیسر ضلع میانوالی نے تعاون فرمایا۔

آپ نے ساری عمارت اپنی نگرانی میں تعمیر کروائی اور بقایا تمام اخراجات خود برداشت فرمائے اس طرح چھ کمروں بمعہ برآمدہ پر مشتمل عمارت پایہ تکمیل تک پہنچی آپ نے عمارت کی تعمیر میں اس قدر دلچسپی لی کہ دن کا اکثر حصہ شمس العلوم میں ہی گزارتے اس طرح دربار کی بجائے شمس العلوم

آپ کا عارضی ہیڈ کوارٹر بن گیا سارا دن شمس العلوم میں معتقدین و مریدین کا جم غفیر جمع رہتا چند ماہ میں عمارت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی طلبا اور مدرسین شمس العلوم کی نئی عمارت میں منتقل ہو گئے۔

نظام مصطفیٰ کے نفاذ کیلئے قید و بند کی صعوبتیں

۱۹۷۶ء میں ملک میں عام انتخابات ہوئے قومی اتحاد نے نتائج کو صحیح تسلیم نہ کرتے ہوئے تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا رفتہ رفتہ یہ تحریک تحریک نظام مصطفیٰ کا روپ دھار گئی شاطر اور مطلب پرست لیڈروں نے بھٹو کو اقتدار سے ہٹانے کیلئے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کا نعرہ لگا دیا بے شمار لوگ رضاکارانہ طور پر بھٹو کے سوشلزم کے خلاف اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی تحریک میں قوت پیدا کرنے کیلئے گرفتاریاں دینے لگے۔ چنانچہ آپ نے بھی جیل جانے کا فیصلہ فرمایا اور گرفتاری کیلئے اپنے آپ کو پیش فرمایا چنانچہ خاصی ردو کد کے بعد آپ کے عزم صمیم کے سامنے ضلعی انتظامیہ کو سر جھکانا پڑا اور آپ کی خواہش کے مطابق چند مریدین کے ہمراہ آپ کو پس دیوار زنداں بھیج دیا گیا۔ اسی روز قومی اتحاد کے تمام ضلعی عہدیداروں کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ والد صاحب قبلہ جن کا حلقہ انتخاب تحصیل عیسیٰ خیل تھا اور وہیں آپ تحریک چلا رہے تھے تمام ساتھیوں کی گرفتاری کے بعد تحریک کو جاری رکھنے کیلئے آپ نے ضلعی ہیڈ کوارٹر سنبھال لیا۔ آپ چونکہ جمعیت علمای پاکستان کے جنرل سیکریٹری اور موسس بھی تھے کیونکہ آپ نے ۱۹۶۷ء سے علامہ غلام فخرالدین گانگوی کے تعاون سے اس وقت ضلع میانوالی میں جمعیت کی بنیاد رکھی تھی

جب پورے ملک میں کہیں بھی جمعیت فعال نہ تھی لیکن ضلع میانوالی میں حضرت والد صاحب قبلہ اور حضرت علامہ غلام فخرالدین صاحب گانگوی رحمتہ اللہ علیہ نے اتنا کام کیا تھا کہ جمعیت ضلع میانوالی کی طاقتور ترین سیاسی جماعت بن گئی تھی آپ کے میانوالی میں تحریک کے معاملات سنبھالتے ہی تحریک میں شدت پیدا ہوگئی اہالیان میانوالی و اطراف و مضافات کے کارکنوں نے آپ کی زیر قیادت زبردست جلوس نکالا جس سے انتظامیہ بلبلا اٹھی اور تشدد پر اتر آئی انتظامیہ کو سخت پریشانی اور زدوکوب کا نشانہ بننا پڑا اس طرح پوری انتظامی مشینری والد صاحب قبلہ کی گرفتاری کے درپے ہوگئی دوسرے روز آپ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا آپ نے جیل میں اپنے والد صاحب قبلہ کی خدمت میں رہنا پسند کیا لیکن دو چار روز بعد ضلعی انتظامیہ جو آتش انتقام میں جل رہی تھی جیل میں بدلہ لینے کو موزوں موقعہ تصور کر کے جیل کے حالات خراب کر کے بدلہ لینے پر تل گئی جس بیرک میں والد صاحب قبلہ اور حضور دادا جان رحمتہ اللہ علیہ رہ رہے تھے اس میں قومی اتحاد کے رضاکاروں کی تعداد ایک سو بیس تھی جبکہ میانوالی جیل میں سیاسی قیدیوں کی کل تعداد نو سو ۹۰۰ تھی امان اللہ خان درانی جیل سپرنٹنڈنٹ نے دوران ملاحظہ مجاہدین سے ناشائستہ رویہ برتا نتیجہ کے طور پر چند مجاہدین سپرنٹنڈنٹ جیل پر حملہ آور ہوگئے کھینچاتانی اور تو تکار میں بات بڑھ گئی اور پوری جیل میں سیاسی کارکنوں نے علم بغاوت بلند کر دیا ضلعی انتظامیہ جیل انتظامیہ کے ذریعہ رائے شبیر مجسٹریٹ کی توہین کا انتقام لینا چاہتی تھی ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح ایسے حالات پیدا کیے جائیں جس کے نتیجے میں الارم بجادیا جائے اور

پھر تمام مجاہدین کو زد و کوب کیا جائے چند کو فرار کے الزام میں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے لیکن جناب والد صاحب قبلہ عم محترم جناب محمد سعید اسدی صاحب جناب علامہ صاحبزادہ عبدالمالک صاحب اس سازش کو سمجھ چکے تھے اس لئے تمام ساتھیوں کو مختلف مخفی ذرائع سے اس ناپاک اور مکروہ سازش سے آگاہ کردیا گیا جیل میں پورا دن جیل انتظامیہ داخل نہ ہوسکی نظام مصطفیٰ کے پروانوں نے آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے بیرکوں کے فرش اکھاڑ کر اینٹیں بیرکوں کی چھتوں پر جمع کردیں اور مقابلے کی مکمل تیاری کرلی۔ جیل کا چولہا پورا دن ٹھنڈا رہا شام کو بھی کوئی چیز جیل میں نہ آسکی اس طرح بھوک ہڑتال کی کیفیت پیدا ہوگئی۔

انتظامیہ کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ کاظمی صاحب دفتر میں آئیں اور ہم سے بات کریں لیکن قبلہ و کعبہ دادا جان رحمتہ اللہ علیہ والد صاحب کو سپرنٹنڈنٹ کے دفتر میں جانے کی اجازت دینے پر رضامند نہیں تھے اسی طرح تمام مجاہدین بھی اس بات کو پسند نہ کرتے تھے۔

بالآخر رات کے ایک بجے ایف ایس ایف کے سینکڑوں سپاہی اور پولیس کے سینکڑوں سپاہی جیل میں داخل ہوئے۔ اس وقت تک چونکہ قومی اتحاد کی لیگل کمیٹی نے اس سازش اور غنڈہ گردی سے پورے ملک کے اہم لوگوں کو آگاہ کردیا تھا اور ہر کارروائی کاغذ کے پیٹ میں محفوظ ہوچکی تھی اس لئے اب کوئی خطرناک کارروائی انتظامیہ کے اختیار میں نہ رہی تھی عزت کے تحفظ اور انتقام کا ایک ہی ذریعہ باقی رہ گیا تھا اور وہ یہ کہ کاظمی صاحب رائے شبیر اور سپرنٹنڈنٹ درانی سے معافی مانگیں۔

لیکن جب یہ تجویز سامنے آئی تو والد صاحب قبلہ نے فرمایا کہ ایسا ممکن نہیں رائے شبیر کی غلطی کی وجہ سے اسے ذلت کا منہ دیکھنا پڑا ہے اس میں نہ میری کوئی زیادتی ہے اور نہ معافی مانگ سکتا ہوں اس کے بعد اگلی تجویز یہ تھی کہ تمام اہم شخصیات کو کسی دوسری جیل منتقل کر دیا جائے اور کارکنوں سے دل کھول کر بدلہ لیا جائے قیادت کی موجودگی میں کچھ کرنا ممکن نہیں تھا چنانچہ وہ سب سے پہلے والد صاحب کو بیرک سے نکالنے کیلئے آئے لیکن مجاہدین کا ردعمل سخت ترین تھا والد صاحب قبلہ نے سب سے پہلے قبلہ و کعبہ دادا جان کو موقعہ کی نزاکت کا احساس دلاتے ہوئے عرض کی کہ میری ایک جان ہے جبکہ یہاں نوسو افراد کا سوال ہے اگر خدانخواستہ انتظامیہ نے ہی بہانہ بنا کر گولی چلادی تو معلوم نہیں کتنے مجاہدین خاک و خون میں تڑپ جائیں گے آپ کی دعائیں شامل حال رہیں تو یہ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے چنانچہ حضرت قبلہ دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت دیدی اور آپ جیل انتظامیہ کے ساتھ دفتر کی طرف روانہ ہوگئے بیرک سے باہر جیل کے کھلے میدان میں سینکڑوں ایف ایس ایف والے سینکڑوں پولیس کے سپاہی اور سینکڑوں پیپلز پارٹی کے غنڈے موجود تھے آپ سے کسی نے کوئی بات چیت نہ کی اور اس طرح آپ کو دفتر میں لے جایا گیا جہاں رائے شبیر سپرنٹنڈنٹ جیل درانی اور چند دیگر افسر موجود تھے انہوں نے کہا کہ

کاظمی صاحب ابھی وقت ہے رائے صاحب سے معافی مانگ لیں ورنہ آپنے بات کاٹتے ہوئے فرمایا ورنہ کیا ہوگا سب خاموش ہوگئے دوبارہ ایک مجسٹریٹ نے یہی بات دہرائی والد صاحب نے فرمایا میں رائے شبیر سے معافی

مانگنا معافی کی توہین سمجھتا ہوں اس لئے لفظ معافی کا تقدس بحال رہنے دیجئے اور جو جی میں آئے کر گزریئے۔

والد صاحب کو باہر لا کر ملاقات کے تاریک برآمدے میں بٹھا دیا گیا اتنی دیر میں سیدی و مرشدی قبلہ و کعبہ دادا جان رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے خادم خاص عمر دراز کو بھی لایا گیا تھوڑے وقفے کے بعد جناب اسدی صاحب صاجزادہ عبدالمالک صاحب مظاہری صاحب' مولانا محمد رمضان صاحب اور دیگر اہم افراد کو لایا جاتا رہا اننچاس افراد جب جمع ہو گئے تو ایک ٹرک میں سب کو سوار کر دیا گیا اور ٹرک روانہ ہو گیا وائرلیس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی پہلے ٹرک شاہ پور جیل کیلئے روانہ ہوا لیکن کچھ دیر بعد کنٹرول سے اسے آرڈر ملا کہ یہ راستہ خطرناک ہے تھوڑی ہی دیر بعد صبح ہو جائیگی اور صبح کے اوقات میں قائد آباد جوہر آباد اور خوشاب سے گزرنا سخت مشکل ہو جائے گا اس لئے سرائے مہاجر کے راستے جھنگ جیل میں پہنچایا جائے سب لوگ بخیریت جھنگ پہنچ گئے قبلہ دادا جان کو انتہائی احترام سے حامد ناصر چٹھہ کے کمرے میں پہنچا دیا گیا جبکہ اور لوگوں کو مختلف وارڈوں میں جگہ دی گئی والد صاحب قبلہ عم محترم اسدی صاحب قبلہ اور دوست محمد مجاہد کو ایک ہی سیل میں بند کر دیا گیا قہر کی گرمی اور مچھروں کی بہتات جرائم پیشہ اور نیم بے ہوش قیدیوں کے سیلوں (چکیوں) کے درمیان چھ فٹ چوڑا اور دس فٹ لمبا کمرہ جس میں تین آدمیوں نے وقت گزارنا تھا جھنگ جیل انتظامیہ نے بھی ظلم میں کوئی کمی باقی نہ رہنے دی جھنگ جیل کا سپرنٹنڈنٹ محمد علی اور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ طفیل انتہائی بدطینت شخص تھے صبح کو اور پھر شام

کو بھی کسی کو کھانے کیلئے کوئی چیز نہ دی گئی قبلہ دادا جان رحمتہ اللہ علیہ کو اور حامد ناصر چٹھہ کو دوسرے روز جیل کے پرائمری اسکول جس کی کشادہ اور صاف عمارت تھی میں منتقل کردیا گیا جس میں آپ سکون سے اپنے مشاغل میں مصروف رہتے اور عبادت وریاضت کا سلسلہ جاری رہتا۔

میانوالی اور مریدین کے علاقوں میں جھنگ جیل منتقلی کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی دوسرے ہی روز ملاقاتیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوگیا بالخصوص جناب پیر محمد شاہ صاحب ایڈووکیٹ جو جھنگ میں وکالت کرتے تھے اور ان کا وہاں خاصا حلقہ اثر تھا وہ بلاناغہ ملاقات کیلئے تشریف لاتے تھے اتفاق سے ان دنوں پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب بھی پریکٹس کرتے تھے اور شاہ صاحب کے جونیئرز میں شامل تھے اس طرح علامہ صاحب بھی ملاقات کیلئے روزانہ تشریف لاتے تھے ان ہی ایام میں حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین صاحب بھی ملاقات کیلئے تشریف لائے انتہائی محبت اور لطف وکرم سے سامان خورد و نوش بھی ساتھ لائے اور تحسین و آفرین سے حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا کہ شاہ صاحب آپ لوگوں نے عملی طور پر سوشلزم سے سخت نفرت کا اظہار کیا ہے اور یہ آپ کی عالی ہمتی ہے ہم خواہش کے باوجود بھی سوچتے رہے اور آپ نے کر دکھایا۔

جھنگ جیل کا ماحول بدلتا گیا صفدر کاظمی صاحب اے ڈی سی جھنگ ایک دن جیل کے معائنہ پر آئے تو والد صاحب قبلہ کو دیکھ کر حیران ہوگئے اور کچھ دیر کے بعد فرمایا کاظمی صاحب آپ کیسے ہیں والد صاحب نے فرمایا' بھائی جان اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے لیکن شاہ صاحب آبدیدہ ہوگئے اور جیل کا معائنہ

ملتوی کر کے واپس چلے گئے جیل انتظامیہ پر اس بات کا گہرا اثر ہوا اور انہوں نے والد صاحب اور اسدی صاحب کے سلسلہ میں پہلی بار نرمی کا رویہ اختیار کیا۔

سیدی و مرشدی قبلہ حضرت صاحب کے ملاقاتی اتنا سامان خورد و نوش لاتے کہ قیدیوں کے مزے بن گئے اور پورا دن حضرت صاحب قبلہ کا لنگر زوروں پر ہوتا۔ قیدیوں کا سکول کے دروازے پر ہجوم رہتا۔

جمعیت علما پاکستان کی قانونی ٹیم جناب ملک محمد اکبر باقر صاحب کی سربراہی میں سرگرم عمل تھی اور اس ناجائز منتقلی کے خلاف انہوں نے ہائی کورٹ میں رٹ دائر کر رکھی تھی جو انیس دن بعد منظور ہوئی درانی کی جسٹس مولوی مشتاق صاحب نے سخت بے عزتی کی اور اسے اظہار وجوہ کا نوٹس دیدیا جبکہ جھنگ جیل کے سپرنٹنڈنٹ کی بھی سخت بے عزتی ہوئی اور اس کو فوری طور پر چالان میانوالی واپس بھیجنے کا حکم دیا گیا۔

چنانچہ چالان کے انچاس افراد کو انسپکٹر محمد اقبال خان ابا خیل کی نگرانی میں روانہ کر دیا گیا انسپکٹر محمد اقبال خان انتہائی شریف اور نیک آدمی تھا اس نے بزرگان دین کو ہر قسم کی آزادی دے رکھی تھی اور انتہائی احترام بجالا رہا تھا دوسرے روز چالان میانوالی پہنچا تو جیل کا علاقہ استقبالی عوام سے بھرا ہوا تھا جھنگ جیل کا متبادل چالان جس میں ظفر جمال بلوچ وغیرہ تھے اس وقت میانوالی جیل کے مین گیٹ پر روانگی کیلئے موجود تھا دونوں گروپوں میں بڑی پرتپاک ملاقات ہوئی اور پھر تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا عزائم کی پختگی معاہد کی تجدید حصول مقصد تک جدوجہد برقرار رکھنے اور ہر قسم کی قربانیوں کے

خیالات کا اظہار کیا گیا عوام کا جوش و خروش نقطہ عروج پر پہنچ چکا تھا سورج کی تمازت ناقابل برداشت حد تک بڑھ گئی تھی چنانچہ جھنگ کے احباب کو رخصت کیا گیا پھر فاتح رہنما جیل میں داخل ہونا شروع ہوئے میانوالی جیل کے اہلکار شرم سے منہ چھپا رہے تھے اور اپنے سیاہ کارناموں پر سخت نادم نظر آ رہے تھے۔ جیل پہنچ کر قائدین کو معلوم ہوا کہ انہیں جھنگ روانہ کرنے کے بعد ضلعی اور جیل انتظامیہ نے کارکنوں پر تشدد کیا اور انہیں سخت سزائیں دیں لیکن ایک آدمی بھی معافی پر آمادہ نہ ہوا۔

سیدی قبلہ دادا جان اور چند علما کو اس دفعہ بھٹو والا کمرہ دیا گیا آپ وہاں اپنے معمولات میں مشغول رہے۔ قانونی ٹیم کے اراکین جناب ملک عبدالکریم صاحب جناب اقبال ایاز خان صاحب جناب اشرف خان جناب اسلم شہباز وغیرہم نے تازہ پالیسی کے تحت ضمانتیں کرانا شروع کیں لیکن قبلہ دادا جی صاحب نے سختی سے منع فرمادیا کہ قطعاً" میری ضمانت کی غلطی نہ کی جائے واضح صورتحال سے پہلے میں جیل سے باہر نہیں جاؤں گا۔

مریدین کو دور دور تک میانوالی واپسی کی اطلاع ہوگئی تھی کراچی سے پشاور تک کے معتقدین روزانہ بڑی تعداد میں ملاقات کیلئے میانوالی جیل پہنچنا شروع ہوگئے۔

جیل میں تمام ساتھی قبلہ حضرت صاحب کے استقلال و استقامت کو دیکھ کر حیران تھے کہ آپ نے حالات کی تبدیلی سے کبھی کوئی اثر نہ لیا بلکہ اپنے معاملات میں مصرف رہتے تمام مکاتب فکر کے علما قبلہ حضرت صاحب کی عبادت و ریاضت سے اس قدر متاثر تھے اور نیاز مندی کا اظہار کرتے دو تین

ماہ عبادت میں یکسوئی اور شب بیداری کا بہ چشم خود ملاحظہ کیا تھا حسن اخلاق اور تواضع علما سے محبت اور احترام جنہیں دیکھ کر تمام مکاتب فکر کے لوگ آپ کا تہ دل سے احترام کرنے لگے تھے بالآخر سینکڑوں ساتھیوں کے اصرار پر آپ بادل ناخواستہ ضمانت پر باعزت و باوقار طور پر جیل سے باہر آئے۔

دین کی محبت کا خانقاھی نظام میں یہ انوکھا انداز تھا شاید علامہ اقبال نے ایسے ہی مردان خدا کیلئے کہا تھا۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری
کہ فقر خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

محمد زمان خان نے اسیری کا تمام وقت غازی علم دین شہید کی کال کوٹھری میں گزارا تعجب کی بات ہے کہ آج بھی اس چکی میں بلب روشن نہیں ہوتا۔

غازی علم دین شہید نے اس کوٹھری میں اسیری کے چند ایام گزارے تھے بلب جلائیں تو چند منٹ میں جل جاتا ہے پوری رات کمرے میں کڑکنے کی آوازیں آتی ہیں۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے نام پر اسیری کے تین ماہ کی مختصر داستان مکمل ہوئی آپ پھر دربار عالیہ پر جلوہ گر ہوگئے کئی دنوں تک زیارت کیلئے آنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔

معمول کی زندگی گزر رہی تھی ذکر و فکر کی وادیاں گنگنا رہی تھیں۔ راتیں یاد الٰہی کی تصویر تھیں تو دن میں وعظ و نصیحت کی محفلیں برپا ہوتیں۔

عشاق کا یہ کارواں زندگی کی منزلیں طے کرتا چلا جارہا تھا عشق و مستی میں

ڈوبے ہوئے لوگوں کا سورج آہستہ آہستہ افق مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا کون جانتا تھا کہ وقت غروب قریب آرہا ہے۔ سورج کے غروب کے بعد اندھیروں کا راج ہو جاتا ہے۔ قائد نہ رہے تو قافلے بھٹک جاتے ہیں۔ امیر نہ ہو تو قافلے بکھر بکھر جاتے ہیں معلم نہ رہے تو آداب انسانیت مفقود ہو جاتے ہیں حفظ مراتب کی طرحیں گم ہو جاتی ہیں۔ ابوت و بنوت کے رشتے بے آب ہو جاتے ہیں۔ صغیر وکبیر کے الفاظ دھندلا جاتے ہیں۔ نقطے مٹ جاتے ہیں حرف بدل جاتے ہیں سیاہی پھیل جاتی ہے آنکھیں بے نور اور دل بے حس ہو جاتے ہیں حواس اور قوتیں اپاہج ہو جاتی ہیں۔ ستارے بے نور ہو جائیں تو ملاحوں اور ناخداؤں کی بصارت بے بصیرت اور بصیرت بے کار ہو جاتی ہے۔ آفتاب کن آنکھوں سے نہ دیکھے تو ماہتاب کا چہرہ سیاہی و ظلمت میں ڈوب جاتا ہے۔

تعمیرات

جس طرح پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ شمس العلوم نصیریہ کی تعمیر میں آپ نے زبردست دلچسپی لی یوں ہی روضہ مبارک اور مسجد بھی آپ کی عظیم یادگاریں ہیں آپ نے زندگی کچے مکانوں میں گزاری اور تکلف سے بہت دور رہے آپ کی سادگی کی انتہا یہ تھی کہ آپ اکثر اوقات سونے کے وقت تکیہ استعمال نہ فرماتے بلکہ اپنی دستار مبارک سر کے نیچے رکھ کر سو جاتے بعض اوقات نوافل یا وظائف پڑھتے ہوئے تھک جاتے تو وہیں مصلہ پر لیٹ جاتے کبھی گاؤ تکیہ وغیرہ استعمال نہ فرمایا آپ کی ہر نشست تقریباً" تین چار گھنٹے کی ہوتی

لیکن اس میں آپ نہ تو ٹیک لگاتے اور نہ ہی تکیہ استعمال فرماتے آپ نے پر
مشقت زندگی کو اپنا رکھا تھا جہاں فانی کی لذتوں اور تکلفات سے دور ہونے
کے باوجود آپ نے اپنے بزرگوں کا عالی شان روضہ مبارک اور خوبصورت
مسجد تعمیر کرائی ان دونوں عمارتوں کا کام بیس سال سے زیادہ عرصہ جاری رہا
دربار کے خصوصی خادموں مستری محمد اسحاق اور محمد لطیف نے ان دونوں
تعمیرات کو فن کا شہ پارہ بنا دیا۔

علالت

۱۹۸۱ء میں رمضان المبارک کے آخری ایام میں آپ کو
غدودوں (پراسٹیٹ) کی شدید ترین تکلیف ہوگئی جس کیلئے آپریشن کرانے کا
فیصلہ کیا گیا۔ آپریشن کیلئے میو اسپتال لاہور کا انتخاب ہوا چنانچہ عید الفطر کے
چند روز بعد آپ کو لاہور لے جایا گیا۔ وہاں چند دنوں کے بعد آپریشن کا دن
مقرر ہوا۔ چنانچہ آپریشن سے پہلے کی تشخیص نامکمل تھی اسی نامکمل تشخیص کی
بنیاد پر صرف ایک گھنٹے کا نشہ دیا گیا لیکن آپریشن شروع کرنے کے بعد پروفیسر
فتح خان اور ان کی معاون ٹیم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن اب معاملہ ان
کے اختیار میں نہ رہا تھا چنانچہ گھنٹے سے پہلے نشہ ختم ہونا شروع ہوگیا اور جسم کا
سن حصہ پھر حساس ہوگیا ڈاکٹر سخت پریشانی کے عالم میں مبتلا تھے آپ نے
ڈاکٹروں کی پریشانی کو سمجھ لیا اور ڈاکٹروں کو فرمایا کہ مجھے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم
کرتے جاؤ اور بلا تکلف اپنا کام جاری رکھو آپریشن پانچ گھنٹوں میں مکمل ہوا
اور اس دوران چیر پھاڑ پر آپ نے کسی اضطراب اور ردعمل کا اظہار نہ فرمایا

آپ کی یہ کرامت دیکھ کر وہ ڈاکٹر جو وہابی عقیدہ رکھتے تھے اپنے عقیدہ سے توبہ کر لی اور کہا کہ ہم غلط فہمی کا شکار تھے یہ صرف ولی اللہ کی قوت ہی ہو سکتی ہے ورنہ زندہ انسان بغیر نشہ کے اس عمل جراحت پر زندہ کیسے رہ سکتا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اتنی تکلیف میں کسی پریشانی کا اظہار یا آہ و بکا نہ کرنا نشتروں کے نیچے نہ تڑپنا انسانی طاقت سے خارج ہے

لانگ مارچ کی کامیابی کیلئے زبردست کوششیں

۱۹۸۶ء میں علامہ صاحبزادہ سید محمد جمال الدین کاظمی نے ضیاالحق صاحب کی پر اسرار اسلامائزیشن کی رٹ سے تنگ آکر واقعی طور پر اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کرنے کیلئے کراچی سے اسلام آباد تک پیدل لانگ مارچ کا پروگرام بنایا کراچی سے ایک سو آدمی ۹ جولائی کو روانہ ہوئے جنہیں الوداع کرنے کیلئے بہت بڑا جلوس قمرالعلوم سے روانہ ہوا جلوس کے شرکاء میں علامہ مفتی محمد طیب ارشد' اور قاری مصلح الدین ہاشمی بھی شریک تھے جبکہ الوداعی جلوس میں کراچی کے اکثر سنی علما شریک تھے جلوس منزلیں طے کرتا ہوا اسلام آباد کی طرف بڑھ رہا تھا شدید گرمی میں روزانہ چالیس میل کے لگ بھگ سفر کیا جاتا پورے ملک میں لانگ مارچ کی شہرت تھی بعض شہروں میں جلوس کا زبردست استقبال کیا گیا اسی دوران قائد لانگ مارچ حضرت علامہ کاظمی صاحب نے خواجہ آباد شریف جاکر قبلہ و کعبہ دادا جی صاحب کو درخواست کی کہ جناب جلوس کے راولپنڈی پہنچنے پر افرادی قوت سے ہماری امداد کریں ورنہ سو آدمی کیا حیثیت رکھتے ہیں پولیس ہمیں پہلے ہی اٹھاکر

کیس پھینک دے گی جلوس رات کو سالہ پل کے پاس فروکش ہوا پولیس جو جلوس کے ساتھ ساتھ رواں تھی بہت مطمئن نظر آرہی تھی واضح بات ہے کہ سوافراد ڈویژن اور دارالحکومت کی پولیس کے سامنے کیا حیثیت رکھتے تھے اس طرح پولیس ایک منٹ میں ان افراد کو اٹھا کر پھینک آتی اور مظاہرہ تو کیا کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا کہ لانگ مارچ والے کدھر گئے ہیں تعداد کی کمی کے باعث پولیس نے انسدادی اقدامات پر توجہ نہ دی۔ ۱۲ راگست کو پارلیمنٹ کا گھیراؤ کرنے کا پروگرام مشتہر کیا گیا تھا۔ لیکن رات کو معلوم ہوا کہ قومی اسمبلی کا اجلاس بھی نہیں ہو رہا اور ضیاالحق صاحب بھی عمرہ پر چلے گئے ہیں تو فوری طور پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ صبح وزیراعظم ہاؤس کا گھیراؤ کرنے کی کوشش کریں گے خواجہ آباد شریف سے رات کو کئی ٹرک اور بسیں روانہ ہوئیں چونکہ رابطہ کا بہترین نظام قائم تھا اس لئے صبح کی اذان کے بعد تقریباً ڈیڑھ ہزار افراد کئی گاڑیوں میں سوار ہو کر پہنچ گئے۔

حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب نے رات کو ہی اتنے افراد کا ناشتہ بھجوادیا تھا نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد فوری طور پر راولپنڈی کیلئے جلوس روانہ ہو گیا نئی منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے جلوس کا رخ مری روڈ کی طرف موڑ دیا گیا اس دوران گجرات سے حضرت صاحبزادہ محمد افضل قادری صاحب کی زیر قیادت اور گوجرانوالہ فیصل آباد وغیرہ سے بھی کچھ جلوس آکر بڑے جلوس میں شامل ہو گئے حضرت صاحبزادہ محمد فضل کریم صاحب کی زیر قیادت راولپنڈی کے درجنوں علما نے جلوس کا استقبال کیا لیاقت باغ سے کچھ پہلے پولیس نے مزاحمت شروع کر دی کمشنر راولپنڈی ڈپٹی

کمشنر راولپنڈی ڈی آئی جی ایس ایس پی اور دیگر افسران نے پولیس کے ذریعہ جلوس کا راستہ روک کر گفت و شنید کے بہانے میں وقت ضائع کرنا شروع کردیا وقت لینے کی دو وجوہات تھیں ایک تو پولیس کو مختلف مقامات سے لاکر جمع کیا جارہا تھا دوسرے نمبر پر کابینہ کا اجلاس جو وزیراعظم ہاؤس میں ہو رہا تھا اس کو سبوتاژ سے بچانے کی کوشش کی جارہی تھی بالآخر لیاقت باغ کے سامنے شرکا جلوس اور پولیس ایک دوسرے کے سامنے دیواریں بن کر کھڑے ہو گئے۔

حکومت کی طرف سے مذاکرات کے لئے وفاقی وزیر اقبال احمد خان اور مقبول احمد خان آئے جنھوں نے سرکاری نمائندگی کا حق ادا کیا اقبال احمد خان جو انتہائی مکار اور جھوٹا شخص ہے شرکاء جلوس سے اس نے حلفیہ وعدہ کیا کہ 90 دن میں ہر قیمت پر اسلامی نظام مکمل طور پر نافذ کردیا جائے گا لیکن آج تک اقبال احمد کے 90 نوے دن پورے نہ ہوئے مقبول احمد خان تو ویسے ہی سادہ لوح اور نیک دل آدمی ہیں ان کی بات میں کوئی وزن نہیں تھا جلوس کے اختتام کا فیصلہ ہوا اور کراچی سے آئے ہوئے مجاہدین اور خواجہ آباد شریف سے آئے ہوئے لوگ ایک ساتھ راولپنڈی سے خواجہ آباد شریف روانہ ہوئے خواجہ آباد شریف پہنچے تو سیدی و مرشدی حضرت خواجہ غلام کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سراپا انتظار تھے تمام احباب کے لئے خود دونوش کا زبردست انتظام کیا گیا تھا آپ کراچی کے احباب سے ان کے طویل پیدل سفر کی روداد سن کر خوش ہو رہے تھے اور سب کو اسلامی نظام سے محبت کی وجہ سے داد دے رہے تھے ہر ایک مجاہد اپنی تکلیف کا ذکر کر کے آپ سے دعائیں

لینے کا متمنی تھا اتنے بڑے مشن کا ایک مرحلہ مکمل ہونے پر ہر طرف مسرت کے پھول کھل رہے تھے گلستان کمال خوشبوؤں سے مہک رہا تھا دو ہزار کے لگ بھگ مختلف انواع و اقسام کے پھول اپنی دلاویزی و دلربائی کا انوکھا انداز پیش کر رہے تھے آپ کے سامنے تمام احباب یوں لگ رہے تھے جیسے کواکب بدر منیر کی ضیاء پاشیوں کے سامنے مدھم مدھم بھیگے بھیگے نظر آ رہے ہوتے ہیں۔

آپ کی دینداری اور دین سے محبت دور رواں میں اسلاف کی طرح دین کے معاملہ میں وارفتگی اور عشق و محبت کی کھلی تصویر تھی جہاں بھی جب بھی عظمت اسلام کی بات آئی آپ سب سے پیش پیش نظر آئے اج دین کے معاملہ میں کبھی مصلحتوں کا شکار نہ ہوئے دنیاوی محبت کی بات تو پہلے ہی عرض کی جا چکی ہے کہ دنیا داری اور دنیا سے محبت کا تو کبھی آپ سے تعارف بھی نہ ہوا تھا آپ نے بیٹوں سے لے کر دنیا تک ہر چیز رضائے الٰہی کے لئے استعمال کی ایسے اشخاص کا وجود نعمت سے کم نہیں ہوتا

۱۹۹۰ء میں آپ پر ضعف طاری ہونا شروع ہوا شوگر تو آپ کو کئی سالوں سے تھی لیکن 1990 میں آپ پر کمزوری غالب آنے لگی معمولات اسی طرح چلتے رہے علاج بھی جاری رہا لیکن روز بروز کمزوری بڑھتی گئی 1992 میں والد صاحب قبلہ کی ، خواہش پر آپ کراچی کے دورہ پر شریف لانے کے لئے رضامند ہوئے تو بندہ گاڑی لے کر خواجہ آباد شریف حاضر ہوا کیونکہ راستہ میں رحیم یار خان کے مریدین مدت سے آرزومند تھے ویسے بھی ریل یا جہاز کا سفر آپ کے لئے تکلیف دہ تھا کراچی کی حدود میں داخل ہوئے تو کراچی سے پچیس تیس میل دور بے شمار مریدین اپنی اپنی گاڑیوں میں آکر انتظار کر

رہے تھے آپ کی زیارت کے فورا بعد کراچی کے لئے پچاس ساٹھ گاڑیوں کی لمبی قطار آپ کی گاڑی کے پیچھے رواں تھی اس دفعہ پہلی مرتبہ آپ نے قمرالعلوم میں قیام فرمایا مریدین کا ذوق و شوق نقطہ عروج پر پہنچا ہوا تھا آپ نے دس دن کراچی قیام فرمایا لیکن لوگوں کی حسرت اور زیارت کا شوق تازہ رہا بلکہ ہرروز افراد کی حاضری میں زیادتی ہوتی گئی عشاق کا جم غفیر ہروقت موجود رھنا زیارت کی بمشکل باری آتی ہر شخص کی خواہش ہوتی تھی کہ آپ ان کی دعوت قبول فرمائیں اور ان کے گھر دعا فرمائیں لیکن یہ ممکن نہ تھا آپ کی صحت کے پیش نظر لوگوں نے یہ فرض کر لیا تھا کہ یہ آپ کا آخری دورہ ھے اور اس کے بعد شاید آپ دورہ کے لئے کراچی نہ آسکیں یہ دس دن دس گھنٹوں سے بھی جلد گزر گئے واپسی کے لئے ھوائی جہاز پر جانا آپ نے منظور فرمایا اس طرح بے شمار مریدین نے آپ کو کراچی ایئر پورٹ کے جناح ٹرمینل پر الوداع کہا۔ آپ جہاز میں سوار ہوگئے جہاز اڑ گیا لیکن مریدین وہیں حیرت کی تصویر بنے کھڑے رہے جیسے کسی نے کسی سے قیمتی متاع چھین لی ہو کافی دیر بعد بوجھل پاؤں پر غم آنکھوں ٹوٹے ہوئے دلوں سے حسرت و یاس کی تصویر بنے لوگ گھروں کو واپس ہوئے اتنی کثیر گاڑیاں جو آپ کے ساتھ ایئر پورٹ گئی تھیں یوں بکھر گئیں جیسے خزاں میں درختوں کے پتے بکھر جاتے ہیں۔

1993 کے ابتدائی ایام میں آپ علیل ہوگئے اور آپ کی علالت شدت اختیار کر گئی سارہ کلینک میں آپ کا علاج جاری تھا ھم روزانہ کئی مرتبہ فون پر حالات معلوم کرتے رہتے تھے اس دن بھی حالات معلوم کئے گئے والد صاحب قبلہ کسی کام سے شیر شاہ گئے تھے کہ صاجزادہ نصیرالدین شاہ کا فون آیا کہ بھائی

صاحب سے فوراً بات کراؤ والد صاحب کے پیچھے آدمی بھیجا گیا وہ پہلے ہی قمر العلوم کے لئے روانہ ہو چکے تھے راستے میں وہ آدمی بھی انہیں مل گیا تو والد صاحب فوراً قمر العلوم پہنچ گئے چچا صاحب کو میانوالی فون کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ فوراً میانوالی پہنچیں قبلہ حضرت صاحب کی طبیعت صحیح نہیں یہی بات منظور خان اور پیر غلام خان نے روتے ہوئے کہی والد صاحب نے فرمایا کہ آپ ایمبولینس لیکر لاہور روانہ ہو جائیں میں ایئرپورٹ جاتا ہوں آپ کے پہنچنے سے پہلے میں لاہور پہنچ جاؤں گا لیکن صاحبزادے نصیرالدین شاہ نے آپ کو کراچی لے جانے پر اصرار کیا والد صاحب نے لاہور کرنل محمد حسن خان کو فون کیا اور چار پانچ ٹکٹوں کی بکنگ کے لئے کہا کرنل صاحب نے فوراً جاکر ٹکٹ بک کرائے لیکن صاحبزادہ صاحب قبلہ باباجی صاحب کو لاہور تک ایمبولینس میں لانے اور جہاز میں سوار کرنے سے بھی گریز کر رہے تھے اتفاق سے والد صاحب کو ایدھی ائرایمبولینس یاد آگیا آپ نے فوری طور پر محترم بشیر مسلم مرحوم و مغفور کو بلایا اور ایدھی ایئرایمبولینس بک کرانے کا کام ان کو سونپا چمن صاحب اور بشیر مسلم صاحب نے جہاز بک کرالیا لیکن مسئلہ یہ پیدا ہو گیا کہ میانوالی ایئرپورٹ پر رات کو بتیاں جلانے کی اجازت نہیں ہے اور اندھیرے میں تو پائلٹ کو رن وے نظر نہیں آتا جہاز چونکہ اس وقت پسنی گیا ہوا تھا اس لئے اس کی واپسی پر بھی ایک دو گھنٹے خرچ ہونے تھے عصر کا وقت ہو چکا تھا جہاز کسی قیمت پر اس دن دن کے اجالے میں میانوالی نہ پہنچ سکتا تھا دوسرے روز صبح سویرے جہاز میانوالی جانے کا طے ہوا کرنل صاحب کو بتایا گیا کہ آپ ٹکٹیں کینسل کرادیں انہوں نے کٹوتی اپنی جیب سے صرف کر کے ٹکٹیں

واپس کر دیں دوسرے روز صبح سویرے جہاز میانوالی کے لئے روانہ ہو گیا موسم کی خرابی کے باعث جہاز کچھ لیٹ ہو گیا لیکن پھر بھی گیارہ بجے پہنچ گیا میانوالی ایئرپورٹ پر جہاز میں تیل ڈالنے کا پرائیوٹ جہازوں کے لئے کوئی صحیح انتظام نہیں ہے اس لئے تیل ڈالنے میں بہت تاخیر ہو گئی بہر حال ظہر کے وقت جہاز میانوالی سے روانہ ہو گیا اور مغرب کے وقت کراچی پہنچ گیا بے شمار لوگ انتظار میں تھے ہم نے ایدھی ایمبولینس کی ایک خصوصی گاڑی کا انتظام کر رکھا تھا جسے محمد اسلم خان چلا رہا تھا فوری طور پر آپ کو جہاز سے گاڑی میں منتقل کر کے گاڑی ھوا کے دوش پر سوار سائیرن بجاتی ہوئی آغا خان ہسپتال پہنچ گئی وہاں آپ کو ایمرجنسی میں لے جایا گیا غلام مصطفیٰ خان اللہ خیل چمن خان بشیر علم حاجی شاہ میر خان الغرض بہت سے ساتھی وہاں موجود رہے صبح پانچ بجے آپ کے ٹیسٹ مکمل ہوئے گویا کہ آپ کی تشخیص مکمل ہو گئی اور آپ کے لئے پرائیوٹ کمرہ بک کرالیا گیا اس طرح آپ کو وی آئی پی روم میں پہنچا دیا گیا اور علاج شروع ہو گیا ہفتہ میں آپ کی صحت کافی اچھی ہو گئی اس کے بعد آپ نے مزید ہسپتال میں رہنا پسند نہ فرمایا ڈاکٹروں نے بہت کہا کہ ابھی آپ کا مرض قابو میں ہے گویا اگر مکمل علاج کرالیں تو آپ انشاءاللہ بالکل صحیح ہو جائیں گے لیکن چونکہ آپ بالکل حساس طبیعت رکھتے تھے علاج کے تمام اخراجات والد صاحب قبلہ برداشت کر رہے تھے لہٰذا ہمارا یہ خیال تھا کہ آپ مزید بوجھ ہم پر نہ ڈالنا چاہتے تھے حالانکہ والد صاحب نے بہت اصرار کیا کہ آپ ہرگز نہ جائیں کم از کم ایک ماہ یہاں علاج کرالیں جب ڈاکٹروں کو تسلی ہو جائے گی تو گھر چلے جائیں گی لیکن آپ کی رائے تبدیل نہ ہوئی بالآخر مجبوراً واپسی کے لئے ایدھی ایمبولینس

کا طیارہ بک کرایا گیا جو آپ کو میانوالی لے گیا۔

جولائی میں ہم خواجہ آباد شریف گئے تو دیکھا کہ پھر آپ کی صحت خراب ہو گئی ہے والد صاحب قبلہ پھر آپ کو علاج کے لئے کمپلیکس ہسپتال اسلام آباد لے گئے کمپلیکس میں داخل کرنے کے بعد ہم چند دن آپ کے ساتھ رہے لیکن بعد میں ہمیں کراچی آنے کی اجازت دے دی گئی۔ علاج خادمین کے اخراجات تمام قبلہ والد صاحب نی اپنے ذمہ لے رکھے تھے کمپلیکس بد نظمی کا ذکر تھا ڈاکٹروں کو پرائیوٹ کاموں سے فرصت نہ تھی اسپتال میں داخل مریض بے توجہی کا شکار تھے واضح بات ہے پرائیویٹ کلینک میں جہاں مریض کو محض چیک کرنے کے جب چار پانچ سو روپے مل جائیں تو اسے اسپتال کے مریضوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے اس عدم توجہی کا ہم بھی شکار تھے حالانکہ حضرت صاحب قبلہ کے پاس عائدین کی لائن لگی رہتی اور کتنے بڑے بڑے لوگ روزانہ آپ کی عیادت کیلئے اسپتال آتے تھے لیکن ایسے بے سہارا لوگ جن کا پرسان حال کوئی نہ ہو اور نہ ہی ان کے پاس مال و زر ہو تو معلوم نہیں ان کا کیا حال ہو گا ڈاکٹر جو لوگوں کی زندگیوں کے امین ہیں ان کی ایسے خطائیں ناقابل معافی جرم ہیں لیکن اس ملک میں جرم تو صرف غربت ہے امیر کیلئے سب کچھ روا ہے غریب کا سانس لینا بھی جرم ہے۔ یہ سب کرشمے ہیں لادینی نظام کے جب تک اسلامی عدل و مساوات کا قانون اس ملک پر اپنے پنجے نہیں گاڑتا اس وقت تک ظلم اور زیادتی کی چکی چلتی رہے گی کسی کے گھوڑے اور گدھے سیب کے مربے کھاتے رہیں گے اور اشرف المخلوقات ناداری کے باعث بھوکوں مرتے رہیں گے بھوک سے خودکشی کے مرتکب ہوں گے اپنی اولاد کو بھوک

کے خوف سے ذبح کرتے رہیں گے اور ندی نالوں میں بہاتے رہیں گے اس بے مروتی کی شکایت ہمیں ملی تو میں فوری طور پر اسلام آباد روانہ ہو گیا وہاں دو تین روز پوری کوشش کی کہ علاج میں ڈاکٹروں کی دلچسپی پیدا ہو جائے لیکن کیاڑی ڈاکٹرا سپتال میں تو صرف گپ شپ اور اپنے پرائیویٹ مریضوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے آتے تھے۔ میں نے تیمارداری کے تمام فرائض سنبھال لئے آپ کی صحت روز بروز خراب ہوتی گئی میں نے قبلہ و کعبہ دادا جان نور اللہ مرقدہ کو کراچی آغا خان جانے کیلئے آمادہ کرنے کی بہت کوشش کی لیکن آپ راضی نہ ہو رہے تھے بالآخر میں نے والد صاحب قبلہ کو فون کیا کہ آپ خود آئیں چنانچہ چار پانچ گھنٹوں میں قبلہ والد صاحب اور حاجی چمن خان صاحب کمپلیکس اسپتال پہنچ گئے اور قبلہ حضرت صاحب کو کراچی جانے کی درخواست کی آپ نے دوسرے روز کراچی جانے کا پروگرام دیدیا۔ والد صاحب نے جا کر ہجویری ایئر کے سات ٹکٹ لے لئے دوسرے روز کراچی میں آغا خان تک پہنچنے کیلئے کراچی بشیر مسلم صاحب اور محمد فاروق انور شاہ کو فون کر دیا گیا انہوں نے تمام انتظامات مکمل کر لئے سہ پہر ہم قبلہ و کعبہ دادا جی صاحب کو لے کر ایئرپورٹ پہنچے اور وہاں سے کراچی روانہ ہو گئے پونے دو گھنٹے میں جہاز کراچی اتر گیا اور جب ہم باہر آئے تو سینکڑوں مریدین و متعلقین کا جم غفیر منتظر تھا ایدھی ایمبولینس کے ذریعہ آغا خان پہنچے اکثر احباب کو اجازت دیدی گئی چند افراد موجود رہے پوری رات تشخیص میں گزر گئی صبح سات بجے تشخیص مکمل ہوئی اور وی آئی پی روم میں آپ کو منتقل کر دیا گیا اس دفعہ آپ کے معالج خصوصی ڈاکٹر فاروق میمن تھے جو انتہائی قابل ڈاکٹر اور مخلص انسان ہیں

اس دفعہ علاج کا انداز عجیب تھا روزانہ تشخیص پر ڈاکٹر صاحب خاصا وقت صرف کرتے تھے اور مختلف قسم کے ٹیسٹ کرا رہے تھے جبکہ علاج شروع نہیں کر رہے تھے اس دفعہ سیدی و مرشدی کا انداز بھی پہلے کی بہ نسبت بہت مختلف تھا آپ پانچویں روز فرمانے لگے کہ آپ لوگ مجھے گھر لے جائیں مجھے اپنے والد صاحب نے فرمایا ہے کہ تم گھر واپس آجاؤ اب علاج کا کوئی فائدہ نہیں اب تمہیں بہت جلد میرے پاس آنا ہے۔ بہرحال آپ کا واپسی کا مطالبہ زور پکڑ رہا تھا ڈاکٹر علاج شروع نہیں کرا رہا تھا ساتویں روز آپ کو کھانسی آئی جو دیر تک جاری رہی آٹھ دس ڈاکٹر ہنگامی طور پر پہنچ گئے دیر تک تشخیص ہوتی رہی ایکسرے مشینیں کمرے میں لگادی گئیں اور انتہائی جدید آلات کے ذریعہ ڈاکٹروں نے پوری طرح تشخیص مکمل کی ڈاکٹر میمن والد صاحب کو ساتھ لے گئے اور انتہائی رازداری سے کہا کہ کاظمی صاحب حضرت صاحب قبلہ کو جگر کا کینسر ہے اور اس وقت تک اس نے پورے جگر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے میں انتہائی افسوس اور دکھتے دل سے یہ الفاظ کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ ہم آپ کے کسی کام نہ آسکے کاش ہم آپ کے سامنے سرخرو نہ ہوسکے ہماری کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی آپ لوگوں نے قیمتی وقت ضائع کر دیا ہے والد صاحب نے کہا ڈاکٹر صاحب آپ مایوس نہ ہوں بلکہ بیرون ملک ہمیں علاج کیلئے بھیج دیں میں اپنا سب کچھ بیچ کر بھی والد گرامی کے علاج کا حق ادا کروں گا مجھے صرف اور صرف اپنے عظیم والد کی زندگی درکار ہے لیکن ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کاظمی صاحب میں آپ کے جذبات کو جانتا ہوں آپ کو جتنی محبت اپنے والد صاحب قبلہ سے ہے وہ بھی میں سمجھ چکا ہوں لیکن اس مرض کا علاج دنیا کے

کسی ملک میں نہیں ہے اگر کہیں بھی کچھ امید ہوتی تو میں آپ کو ضرور وہاں بھیجتا سولہویں دن آپ اس دار فانی سے رخصت ہو جائیں گے لہذا میرا مشورہ ہے کہ آپ قبلہ حضرت صاحب کو واپس گھر لے جائیں یہاں رہنا فضول ہے میں علاج شروع نہیں کرا سکتا میں بہت مجبور ہوں والد صاحب قبلہ زار و قطار رو رہے تھے ساتھ ڈاکٹر فاروق کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے تھے چند منٹ کے مکالے کے بعد والد صاحب سیدی و مرشدی کے کمرے میں واپس آگئے اور آپ کے پاؤں دبانا شروع کر دیئے آپ نے فرمایا صاجزادہ صاحب یہاں سامنے بیٹھو اور مجھے چند مسائل سناؤ والد صاحب سامنے بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا شہادت کی کتنی قسمیں ہیں اور کون کون لوگ شہید ہوتے ہیں فلاں تکلیف سے مرنے والے کو کیا کہیں گے فلاں تکلیف سے مرنے والے کو کیا کہیں گے گویا کہ جس چیز کا ڈاکٹر فاروق اور والد صاحب کے بغیر کسی کو علم نہ تھا اسی کو مختلف سوالوں کے ذریعہ سیدی و مرشدی اپنے لخت جگر پر واضح کرنا چاہ رہے تھے کہ جو کچھ ڈاکٹر نے تمہیں علیحدگی میں بتایا ہے یہ نہ سمجھو کہ اس کا علم مجھے نہیں ڈیڑھ دو گھنٹے کی اس محفل کے بعد آپ نے فرمایا صاجزادہ صاحب اب گھر واپس جانا چاہیے والد صاحب نے مجھے فرمایا ہے کہ واپس گھر آجاؤ اب علاج کا وقت گزر چکا ہے والد صاحب نے عرض کی کہ اگر خواہ مخواہ آپ گھر جانا چاہتے تو میں آپ کو روک نہیں سکتا ہوں آپ نے پھر فرمایا کہ مجھے گھر جانا ہے والد صاحب ناراض ہوتے ہیں والد صاحب نے عرض کی کہ میں واپسی کا انتظام کرتا ہوں کل چلے جائیں گے آپ نے فرمایا کہ نہیں آج ہی جائیں گے والد صاحب نے عرض کی کہ آج ہم فارغ نہیں ہو سکتے سارا ریکارڈ لینا ہے کل شام تک بمشکل

فارغ ہوں گے آپ نے فرمایا کہ بیٹے ریکارڈ کو کیا کرو گے اب ہم پھر کبھی آغا خان نہیں آئیں گے اتنی دیر میں اتفاقاً" ڈاکٹر آگیا آپ نے فرمایا ڈاکٹر سے پوچھو شاید یہ ہمیں آج ہی چھٹی دیدیں ڈاکٹر نے کہا قبلہ ڈاکٹر نے کہا قبلہ آج بہت مشکل ہے حسابات کا لین دین کاغذات وغیرہ بہت کام باقی ہے کل انشاء اللہ آپ فارغ ہو جائیں گے۔

دوسرے روز اسلام آباد کی متعدد ٹکٹیں بک کرالی گئیں طے یہ ہوا کہ رات کی فلائٹ میں جائیں تاکہ صبح سویرے اسلام آباد سے گھر کیلئے روانہ ہو جائیں اس طرح گرمی سے بچ جائیں گے حاجی احمد شاہ صاحب کے ذمہ ایمبولینس کا انتظام تھا کراچی کے احباب واپسی کی خبر سن کر مجسمہ اضطراب بن گئے۔

جو بھی یہ خبر سنتا حقیقت حال معلوم کرنے کیلئے اسپتال روانہ ہو جاتا اسپتال میں پرائیویٹ وارڈ میں سخت ہجوم رہا دوسرے دن رات کو دس بجے اسپتال سے رخصت ہونا تھا کراچی ان دنوں فسادات کی لپیٹ میں تھا باوجود سخت خوف و حراس کے بے شمار لوگ ایئرپورٹ تک ساتھ جانے کیلئے تیار ہو گئے ایئرپورٹ پہنچ کر کچھ دیر کے بعد تمام احباب نے گویا کہ آخری زیارت اور دست بوسی کی اور پھر آپ کو لاؤنج میں لے جایا گیا پی آئی اے کا طیارہ رات دو بجے اسلام آباد کیلئے روانہ ہوا جو چار بجے پہنچ گیا ایمبولینس کچھ تاخیر سے پہنچی اس طرح ایک گھنٹہ کی تاخیر سے ایمبولینس خواجہ آباد شریف روانہ ہو گئی جو تقریباً" ایک بجے خواجہ آباد شریف پہنچی آپ نے کچھ دیر تک آرام فرمایا بیماری عروج پر پہنچ چکی تھی تکلیف روز بروز بڑھ رہی تھی کینسر انتہائی

تکلیف دہ مرض ہے روز و شب تیزی سے گزر رہے تھے عیادت کرنے والوں کا ہر وقت اجتماع رہتا۔

وصال

آپ پر اکثر اوقات غنودگی طاری رہتی جب افاقہ ہوتا تو ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے بالآخر غروب آفتاب ولایت کا وقت قریب سے قریب تر ہو گیا آسمان علم و عرفان فانی کے ستارے ٹوٹنے لگے بساط حیات لپٹنے لگی شام زندگی نے اپنا دامن پھیلا دیا کتاب حیات کا تتمہ رقم ہو رہا تھا اداسی پھیل رہی تھی جمعہ ۳ ستمبر ۱۹۹۳ء کا سورج طلوع ہوا دن کے بارہ بجے آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ایک بج کر پندرہ منٹ پر آپ کی نبضیں بند ہو گئیں حرکت قلب رک گئی ڈاکٹر عبدالعزیز خان نے اعضا درست کرنا اور پٹیاں باندھنا شروع کیں لیکن اچانک آپ نے کلمہ شریف پڑھنا شروع کر دیا اس وقت کمرے میں موجود لوگ ششدر و حیران رہ گئے پانچ منٹ کے بعد پھر اسی طرح ہوا سب نے ورطہ حیرت میں ڈوب کر قبلہ والد صاحب سے کہا کہ یہ کیا صورتحال ہے تو والد صاحب نے فرمایا کہ حضور قبلہ عالم نے ہمیشہ جمعہ کے دن موت مانگی اب آپ کی یہ حالت اذان جمعہ کا انتظار معلوم ہوتی ہے۔

اسی دوران ماہتاب ولایت نے آخری دفعہ چشم ہائے دوربین بند کیں حیات فانی کا آخری کلمہ شہادت پڑھا اور موذن نے بھی اشہد ان محمد الرسول اللہ کہا اور اسی کلمہ شہادت پر آپ نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

علم و عرفان ، دیانت و امانت ، سخاوت و سماحت ، سیادت و شجاعت ، عبادت و ریاضت کا نیر تاباں حسن و جمال کا پیکر

۸۳ سال تک سطح ارض پر اللہ تعالیٰ اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے حصول کیلئے جدوجہد کرتا ہوا اپنے رب کی طرف راضی اور خوشی روانہ ہوا گویا دیار غیر سے دیار خویش کی طرف لوٹ گیا

آہستہ آہستہ خبر پھیلتی گئی تمام انتظامات کی ذمہ داری والد صاحب قبلہ پر تھی سخت گرمی کے باعث رات ۱۰ بجے جنازہ کا وقت مقرر کیا گیا خبر پوری تیزی سے پھیلتی گئی انتہائی وسیع جگہ پر نماز جنازہ کیلئے انتظام کیا عصر سے موسم خوشگوار ہونا شروع ہوا۔

زیارت کیلئے بہتر انتظامات کر دیئے گئے تجہیز و تکفین کے بعد جنازے کی تیاری ہونے لگی اس مختصر وقت میں جنازے میں شمولیت کرنے والے حضرات کی تعداد کا اندازہ ممکن نہ تھا لیکن جنازہ کا وقت جوں جوں قریب آ رہا تھا اس قدر لوگوں کی آمد میں تیزی آ رہی تھی جہاں تک روشنی کام کر رہی تھی انسان ہی انسان نظر آ رہے تھے لیکن اس کے بعد کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ کہاں تک صفیں کھڑی ہیں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جس کا کوئی کنارہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کراچی سے لے کر بنوں اور وزیرستان تک کے احباب پہنچ گئے علما کرام مشائخ عظام اور مقتدر مذہبی اور سیاسی شخصیات جنازہ میں شامل تھیں جنازہ پڑھانے کیلئے ہر طرف سے آپ کے خلیفہ اور جانشین مفکر اسلام حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد جمال الدین کاظمی کا انتظار تھا حضرت صاحبزادہ صاحب آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھائی اجتماعی دعا کیلئے حضرت صاحبزادہ صاحب نے

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی کو کہا اس کے بعد جنازہ کو روضہ مبارک کی طرف لے جایا گیا۔

تدفین

قبر مبارک تیار ہو چکی تھی آپ کے جسد اطہر کو لکڑی کے صندوق میں رکھ دیا گیا اور صندوق قبر انور میں اتار دیا گیا حضرت والد صاحب قبلہ اور بندہ عاجز اور چچا صاحبان مزار میں موجود تھے والد صاحب قبلہ نے آپ کا رخ انور قبلہ کی طرف متوجہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو رخ اقدس خود بخود قبلہ کی طرف متوجہ ہو گیا اس وقت آپ کے لبوں پر تبسم نمودار ہوا۔

والد صاحب قبلہ نے صندوق بند کر دیا ہر طرف دل مچل گئے آنکھوں سے گرم پانی کی سبیلیں بہنے لگیں آخری دیدار مکمل ہوا اور دائمی فاصلوں کی دیواریں حائل ہو گئیں تقدیر غالب آگئی انسان ہار گیا اس طرح رات گیارہ بجے آپ جنت کے باغوں میں پہنچ گئے۔

یاایتھاالنفس المطمئنتہ ارجعی الی ربک راضیہ مرضیہ

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

اللہ کا ولی ساری زندگی رب کی رضا کے حصول میں مصروف رہ کر ایک روشن ستارہ بن گیا تھا۔ وبالنجم ہم یھتدون ایسا ستارہ جس کی ضیا سے گم کردہ راہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ نظر آتا تھا آج اپنی تمام ضیاؤں کو سمیٹ کر زمین کی گود میں استراحت پذیر ہو گیا۔

○○○
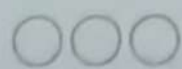
اطلبو العلم ولو بالصین

علم دین طلب کیجئے خواہ اس کے لئے تمہیں چین جانا پڑے

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ (حدیث پاک)

علم دین کی طلب ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

شمس العلوم نصیریہ غوثیہ

خواجہ آباد شریف

شمس العلوم اہلسنت و جماعت کی مشہور دینی درسگاہ ہے
شمس العلوم... کو بدرالکاملین سراج السالکین پیکر حلم و حیا منبع جود و سخا
قطب دوراں خواجہ خواجگاں حضرت الحاج سیادت مآب

سیدی و مرشدی غلام کمال الدین شاہ صاحب

نے قائم فرمایا شمس العلوم کی کامیابی و کامرانی اس کے اخراجات کا انتظام اور اس سے فیض حاصل کرنا اس میں اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا آستانہ عالیہ خواجہ آباد شریف کے تمام معتقدین و مریدین پر فرض ہے۔

دینی علوم حاصل کرنا۔ مدارس کی سرپرستی کرنا اور ان کی ترقی کیلئے کوشش کرنا ہر مسلمان کی دینی ذمہ داری ہے۔

آپ کی اپنے پیرو مرشد کی صحیح تابعداری اور محبت کا تقاضا ہے کہ آپ ان کی نشانیوں کو زندہ رکھیں ان کے عشق کا ثبوت ان کی تعلیمات پر عمل کر کے دیا جاسکتا ہے شمس العلوم آپ کے پیرو مرشد کی نشانی ہے آپ نے اس کی کامیابی کیلئے دن رات کوششیں کیں آپ بھی اپنے مرشد کریم کے محبوب کو اپنا محبوب بنالیں اور اس کی کامیابی کیلئے سرگرم ہو جائیں۔
علماکرام سے زکوۃ صدقات عشر فطرہ کے مسائل معلوم کریں اور انہیں مستحقین تک پہنچائیں۔
(نوٹ) ہم اپنی طاقت کے مطابق شمس العلوم کی کامیابی کیلئے دن رات کوششوں میں مصروف ہیں لیکن ایک چیز ایسی ہے جو ہماری طاقت سے باہر ہے اور وہ طالب علموں کی تعداد ہے آپ اگر اپنے بچوں کو شمس العلوم میں داخل نہیں کرائیں گے تو تعداد کیسے بڑھ سکتی ہے اس لئے آپ کے تعاون کی ہمیں اشد ضرورت ہے ہر قسم کا تعاون فرمائیں بالخصوص اپنے بچوں کو شمس العلوم میں داخل کر کے اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنادیں

---○○○---

صاحبزادہ الحافظ محمد فاروق انور کاظمی
ناظم اعلیٰ شمس العلوم نصیریہ غوثیہ
خواجہ آباد شریف
فون ۳۹۰۱۹۱-۰۴۵۹
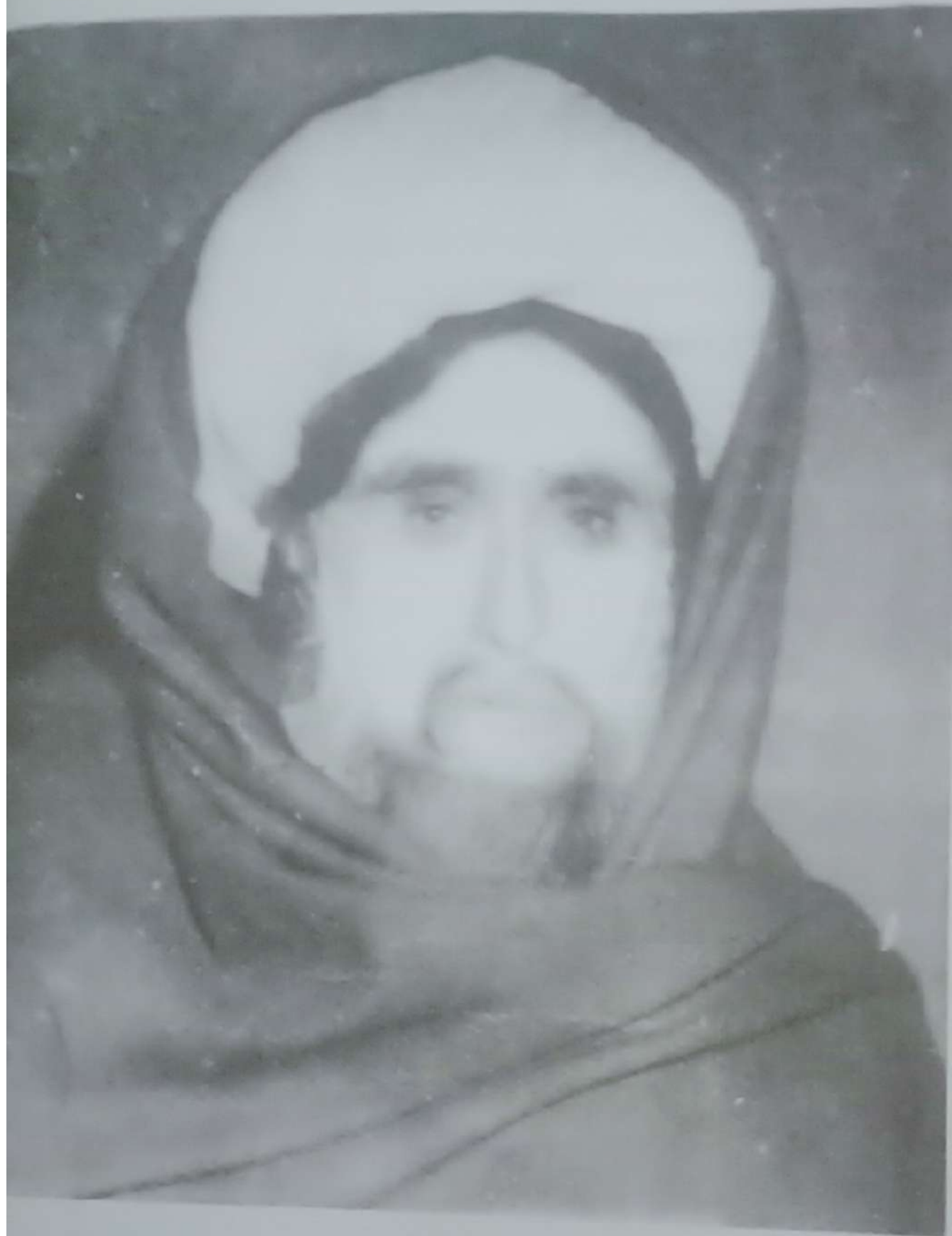
قطب الاقطاب سیادت مآب

حضرت خواجہ غلام کمال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مصنف قطب الاقطاب غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ کے حضور